

تعزیه اور ماتم

اتصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ وعلیٰ آلک والاصحابک یا حبیب اللہ

اتصلوۃ والسلام علیک یا نبی اللہ وعلیٰ آلک والاصحابک یا نور اللہ

نسب میں طعن کرنے اور نوحہ کرنے پر کفر کا اطلاق

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لوگوں میں دو شخصائیں ایسی ہیں جن کی وجہ سے کفر میں مبتلا ہوں، کسی کے نسب میں طعن کرنا اور میت پر نوحہ کرنا۔

عزبہ اور ماتم کے جواز پر علماء شیعہ کے دلائل اور ان کی تاریخ عہد بہ عہد شیخ مرتضیٰ حسین فاضل لکھتے ہیں۔

عزبہ: لغت عربی میں اس کا مادہ ”ع۔ز۔ی“ ہے اور مجرور عزری، معری، عز آء، مصیبت پر صبر کرنا۔ عزبہ (تفعلیہ) مزید، متعدی، تلقین صبر کرنا، تسلی دینا، پرسادینا۔

قرآن مجید میں اس مادے کا استعمال بعض کے نزدیک سورۃ المعارج، آیت ۷۳ میں ہے: عن السمیں وعن الشمال عربین (ازعزی فعل ماضی: شلیبائی کی) فقہ وحدیث میں اس لفظ کا استعمال ابواب ذیل میں ملتا ہے: عبادات، جنازہ، آداب تلقین صبر و تسلی۔ فارسی ادب و تاریخ میں لفظ

”تعزیت“ واران میت سے اظہارِ افسوس و اظہارِ ہمدردی کے لیے مستعمل ہوا ہے۔ مثنوی مولانا روم وقفینہ گب، ۵: ۱۳، شعر شمارہ ۲۱۰۲ میں ہے:

سر سبہ چون نامہ ہای تعزیہ
پر معاصی متن آن با حاشیہ۔

اُردو میں تعزیہ کے معنی ہیں امام حسین علیہ السلام کی تربت، ضرتج، عمارت روضہ کی شبیہ، جسے سوئے، چاندی، لکڑی، بانس، کپڑے، کاغذ وغیرہ سے بناتے ہیں۔ یہ شبیہ غم، سوگ اور علامتِ محرم کے طور پر کبھی جلوس کی شکل میں لے کے نکلتے ہیں، کبھی گھروں، امام باڑوں یا ان کشادہ و مخصوص چبوتروں پر رکھتے ہیں جنہیں امام صاحب کا چوک کہا جاتا ہے۔

حیدرآباد دکن میں تعزیہ تابوت اور ماتم و سینہ زنی کو کہتے ہیں۔ تعزیہ کرنا = ماتم کرنا، تعزیہ دار = ماتم دار، سینہ زنی کرنے والا، وہ شخص جس کے گھر میں تعزیہ رکھا جاتا ہو اور مجالس ہوتی ہے، محبت حسین، شیعہ، عزادار۔

تعزیہ اپنی بناوٹ اور ساخت کے لحاظ سے صنعت کا اچھا نمونہ ہوتا ہے اور تعزیہ بنانے والے اس کی شکل و صورت میں علاقائی خصوصیات اور کاریگری کے نمونے پیش کرتے ہیں، چنانچہ بعض تعزیے سال سال دو سال تک بنتے رہتے ہیں، ان کے نام بھی الگ الگ ہیں مثلاً:

(۱) ضرتج اور اس کی قسمیں: ان میں ممتاز ترین ضرتج وہ ہے جو عمارت روضہ امام

حسین علیہ السلام کی ہو، ہو شبیہ ہو۔ ایسی ضرتکسیں نظام دکن، والی رامپور، راجہ محمود آباد اور کراچی کے بعض عز خانوں میں ہیں۔ ایک مومی ضرتح حسین آباد لکھنؤ میں شاہی زمانے سے بنتی چلی آتی ہے۔

(۲) بنگلہ: یہ تعزیہ محمل ناٹ یا عماری فیل سے مشابہ ہوتا ہے اور عموماً لکھنؤ میں یا مضافات لکھنؤ میں بنتا ہے شاید یہ نقشہ اس محمل یا ڈولی یا پاکی وغیرہ کا ہوتا ہو، جس میں تزکات رکھے کر شاہانِ دہلی ال قلعے سے مسجد جامع لے جاتے تھے۔

(۳) مومی تعزیے: بانس کی تیلیوں پر ضرتح یا بنگلہ یا کسی اور شکل کا ڈھانچا بنا کر اس پر موم چڑھایا اور کمال فن کا مظاہرہ کیا جاتا ہے۔

(۴) اکو کے تعزیے: ڈھانچے پر مٹی کی ایک ہلکی تہ جما کر گیہوں یا جو کے دانے ترتیب سے چپکا دیتے ہیں، جن میں عاشوریا ربیعین تک اکھونے نکل آتے ہیں اور سارا تعزیہ ایک رنگ ہو جاتا ہے۔ اس تعزیے پر اٹھائے جلوس میں مسلسل پانی چھڑکتے جاتے ہیں۔

تعزیے کے اجزائے ترکیبی یہ ہیں: تخت، خطیرہ، تربت، علم (ضرتح) میں گزی)۔ پاکستان، کشمیر، نیپال، ہندوستان، افریقہ میں عموماً ضرتح اور تعزیے کا بیان کردہ فرق ملحوظ نہیں رکھا جاتا، لیکن دونوں خصوصی نسبت کی بناء پر مذہبی اور روایتی نقطہ نظر سے شیعوں، بعض سنیوں اور بہت سے ہندوؤں میں بھی یکساں قابل احترام ہیں۔ لکھنؤ وغیرہ میں ”تخت“ کے اوپر اور خطیرہ کے درمیان دو تہتیں یا قبروں کی شبیہیں بھی ہوتی ہیں۔ سبز حضرت امام حسن علیہ السلام اور سرخ حضرت امام حسین

عالیہ السلام کے لیے۔ اس سے خیال ہوتا ہے کہ تعزیہ کسی ایسی عماری کی نقل ہے جس میں بعض مغل یا دوسرے سلاطین ترتیبیں رکھ کر جلوس کے ساتھ ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتے ہوں گے۔

تعزیہ عموماً ۲۹ ذی الحجہ سے ۹ محرم تک آراستہ کر کے ایک خاص اور معین مقام پر رکھے جاتے ہیں جسے مختلف علاقوں میں مختلف ناموں سے موسوم کیا جاتا ہے، مثلاً عزراخانہ، تعزیہ خانہ، امام باڑہ، عاشورخانہ، امام خانہ، چہوترہ، چوک امام صاحب۔ جہاں تعزیہ رکھا جاتا ہے وہاں مجلس ماتم، سوز خوانی، مرثیہ خوانی، روضہ خوانی، واقعہ خوانی، شاری اور مجلس وعظ منعقد ہوتی ہے اور واعظ قرآنی حقائق و بیان خصوصیات اسلام کے بعد فضائل اہل بیت، مصائب اور واقعات کربلا پر تقریر ختم کرتے ہیں پھر بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر نوحہ خوانی و سینہ زنی یا ماتم بھی ہوتا ہے اہل سنت شہادت نامہ اور مندر کر بلا کتھایا دو بے پڑھتے ہیں۔

اس سلسلے میں تعزیہ داری کے لیے حسب ذیل واقعات سے استناد کیا جاتا ہے۔

(۱)۔ جنگ اُحد (۳ھ) میں جب حضرت حمزہ بن عبدالمطلب اور دوسرے صحابہ شہید ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے شہیدوں پر رونے والوں کی آوازیں سن کر فرمایا: ”لیکن حمزہ پر رونے والا کوئی نہیں“ یہ سن کر سعد بن معاذ و اسید بن خضیر نے بنی عبد الاشہل کی عورتیں رسول اللہ ﷺ کے یہاں بھیج دیں، جنہوں نے جناب حمزہ پر ماتم کیا (طبری طبع لائیدن ۱: ۳۲۵: ابن سعد، کتاب الطبقات الکبیر لائیدن ص ۳۱)؛

(۲)۔ ایسے واقعات سے مثلاً ابن عباس کا حضور کو خواب میں سر برہنہ دیکھنا اس طرح کہ آپ کے ہاتھ میں شیشی ہے جس میں خون ہے یا آنحضرت کی وفات کے بعد بریدہ بن النخعیب کا (جو حضرت اسامہ والی مہم میں صاحبِ لواء تھے) لواء مذکور کو دروازہ مبارک پر نصب کرنا جو کتب ذیل میں موانع مذکورہ پر درج ہیں:

(الف) مشکوٰۃ طبع ویلی ۱۹۳۲ ع، ص ۵۷۳ (باب مناقب اہل بیت)؛ (ب) وہی کتاب، ص ۵۷۰، امام احمد بن حنبل: مسند، طبع قدیم مصر، ۱: ۲۲۲ ص ۹، برآمدی لکھنؤ ۱۸۸۳ ع، ص ۶۲۲؛ ینائج المودۃ، بمبئی، باب ۶۰، ص ۲۶۵، (ج) بحار الانوار، طبع ایران ۱۴۰۰ھ، ص ۱۶۹ (باب اخبار اللہ انبیاء و بیہا شہادت)؛ ابن الاثیر الکامل، طبع سوم، ۱۳۵۶ھ، ۳: ۳۰۳، مقتل ابن نما، ص ۶؛ (د) ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغۃ، مصر ۱۰: ۵۳؛

(۳)۔ شہادت امام حسین علیہ السلام کے بعد مدینے میں جناب اُمّ النہین مادر جناب عباس بن علی جنت البقیع کے قبرستان میں تشریف لے جاتی تھیں اور اپنے چار بیٹوں کا، جو شہدائے کربلا میں شامل تھے، ذکر کر کے انتہائی غم و سوز سے رویا کرتی تھیں۔ لوگ جمع ہو جاتے تھے اور بعض سن سن کر روتے رہتے تھے (مقابل الطالبین، مصر ۱۹۴۹ ع، ص ۸۵)؛

(۴)۔ امام زین العابدین، امام محمد باقر، امام جعفر صادق، امام علی رضا اور دوسرے ائمہ محرم کا چاند و کچے کر عزاداری و سوگواری کرتے تھے (بحار الانوار، ۱۰: ۲۶۸؛ امالی

صندوق، م ۳۸۱/ع ۹۹۱

(۵)۔ ابوالاسود دہلوی (م ۶۹ھ) سلیمان بن قتیبہ، کیت، ابودھبل (انجمنی) "فرزدق، وھبل وغیرہ نے اجتماعات میں مرثیے پڑھے اور انہ اہل بیت نے انھیں صلے دیے اور ان کے مرثیوں کے سن کر گریہ فرمایا (صواعق محرقہ، ص ۱۱۵، تاریخ الشیعہ، طبع نجف، ص ۳۲)۔

عزاداری اور اظہار غم حسین پہلی اور دوسری صدی ہجری تک یونہی جاری رہے، لیکن تیسری اور چوتھی صدی ہجری تک متعدد موقعوں پر واقعات کربلا عام اجتماعات میں رقت انگیز و جوش آفرین طریقوں سے بیان ہوئے، چنانچہ شیعہ اور غیر شیعہ اس حد تک متاثر ہوئے کہ سادات حسنی کے خروج مختار اور ابو مسلم خراسانی کی بغاوت میں اس تاثر کا اظہار کیا۔

۳۵۲ھ/ع ۹۶۳ میں بغداد پر دہلیویوں کا مکمل تسلط تھا اس سال روز عاشورہ بغداد میں بازار حکماً بند کر دیے گئے اور مردوں سے کہا گیا کہ نوہ کریں نیز عورتوں کا جلوس عزانکولیا گیا، غرض سرکاری طور پر غم منایا گیا (ابن اثیر کامل بذیل حوادث ۳۵۲ھ ابن کثیر: تاریخ مصر ۱۱: ۲۲۳ وغیرہ)۔

۳۶۶ھ/ع ۹۷۷ میں عزیز باللہ فاطمی نے مصر میں یوم حسین منایا (فوجی انقلاب سے پہلے مشہدِ رأس الحسین مصر میں اکابر علماء و عوام حتیٰ کہ خود شاہ فاروق جلوس کے ساتھ ہنز چادر چڑھانے جاتے تھے اور غم مناتے تھے)۔ (مجتبیٰ حسن

وزیری: مصر کا محرم)۔ اس عہد کے بگ بھگ غور میں آل شنب عقیدت مندان اہل بیت میں شامل (فرشتہ: تاریخ، لکھنؤ ۱۲۸۱ھ/۱۸۶۲ء، ۱: ۵۴) اور سندھ کے مسلمان اسماعیلی مذہب سے وابستہ ہو چکے تھے، ہملکہ بہت سے سادات ہجرت کر کے یہاں آ گئے تھے۔ دہلیم و عراق میں شیعہ پھیل گئے تھے اس لیے ان علاقوں میں عزاداری ہونے لگی اور یہ مراسم اتنے عام ہو گئے کہ ادب میں اس کے استعارات و تشبیہات استعمال ہونے لگے (مثنوی روی) (تالیف قبل از ۶۷۰ھ طبع نکلسن ۶: ۳۱، نیز حریری (م ۵۱۶ھ) مقامہ: اؤحمید الدین: مقامات حمیدی (تالیف ۵۵۱ھ)، مقامہ ۲۳: ”مرزہ الحسین“)۔ اس شہرت و عمومیت کے باعث ان مراسم میں مقامی خصوصیات اور نسلی و قومی روایات داخل ہوتے گئے۔

بدایونی کے بقول ہمایوں کے عہد میں ایک ایرانی شاعر و اردو ہند نے تعزیت کے مضمون پر مشتمل ”نقش بنائے جو یامام عاشورا“ معارف (بظاہر اکھارے مراد ہیں۔ RANKING نے ترجمہ بدایونی، کلکتہ ۱۸۹۸ء، ۱: ۶۲۴ میں اس کا ترجمہ ASSEMBLIES یعنی مجالس کیا ہے) ”میں پڑھے جاتے ہیں (منتخب اتوار، تاریخ، کلکتہ ۱۸۶۸ء، ۲: ۲۸۱)۔ اکبر کے عہد میں بھی یہ سلسلہ باقی رہا، چنانچہ آگرے کے قلعے سے اب تک ایک تعزیت برآمد ہوتا ہے جسے عہد اکبری سے منسوب کرتے اور مغل تعزیت کہتے ہیں۔

(کہا جاتا ہے) کہ جہانگیر کے عہد میں سید معین الدین موسوی اجمیری کا عز خانہ وجود میں آیا، چنانچہ یہ عز خانہ مع وقف تاراگڑھ میں اب تک

موجود ہے (عزاداری کی تاریخ)۔ عالمگیر کے عہد میں تعزیہ اور جلوس تعزیہ کا رواج تھا۔ عالمگیر ہی نے جلوس تعزیہ میں شمشیر زنی کو ممنوع قرار دیا۔ شاید اس کے بعد ان جلوسوں میں بانک بنوٹ کا رواج ہوا، جو بعض غیر شیعہ تعزیوں کے ساتھ اب بھی ہوتا ہے (عبدالواحد فرنگی مٹلی: از لہ اوہام عزاداری کی تاریخ، ص ۳۵)

اس کے بعد تو شاہان دہلی مراسم عزائیں اس حد تک اہتمام کرنے لگے کہ ساتویں محرم سے دسویں تک باقاعدہ نذریں اور زیارتیں، ہشتی اور فقر و قیدی بننے کی رسمیں ادا ہونے لگی تھیں (بزم آخر، لاہور ۱۹۴۵ء، ص ۵۶، عہد: علم حیدری و شوکت حیدری لکھنؤ ۱۹۷۰ء عزاداری کی تاریخ، ص ۴۳۔ تفصیلات کے لیے دیکھیے میرا مقالہ بہادر شاہ ظفر کی عزاداری، طبع اسد، لاہور محرم ۸ ۱۳۷۷ھ)۔

دکنی ریاستیں عموماً شیعہ تھیں اس لیے یہاں عزاداری نے بہت فروغ پایا، مجلس ماتم، جلوس تعزیہ، امام باڑے قائم ہوئے، محرم میں سوگ منایا گیا اور انیم زبیری: تاریخ بیجاپور، ص ۲۳۰-۲۳۳، نصیر الدین ہاشمی: دکن میں اردو باب سوم: ص ۲۲۳، تاریخ بیجاپور، محمدی الدین زور: سلطان قطب شاہ، شیعہ جرائد کے محرم نامے)۔ قطب شاہ غواصی، نصرتی وغیرہ کے مرثی (یورپ میں دکنی مخطوطات، طبع حیدرآباد) بھی ابتدائی عہد کی یادگار ہیں، حیدرآباد دکن اور راجپوتانے کی ریاستوں (خصوصاً بے پور) کے متعلق دیکھیے تحفۃ العالم (تصنیف ۱۲۱۶ھ/۱۸۰۱ء)، حیدرآباد ۱۲۹۴ھ، ص ۳۵۹، عہد: تیرھویں صدی

ہجری/ اٹھارھویں صدی میلادی تک تمام ملک میں تعزیہ داری عام ہو چکی تھی۔ اودھ

میں عزاداری کافروغ اور تعزیے کا رواج بظاہر عہد آصف الدولہ
 (م ۱۲۱۲ھ/ ۱۷۹۷ء) سے ہوا (رک بہ تہتہ العالم، ص ۳۲۸ و ۳۵۹)، لیکن بہرائج
 میں سید سالار مسعود غازی کے مزار کا تعزیہ "سیتا پور میں" بابون ڈنڈوں
 کا تعزیہ "پانچویں اور ساتویں صدی ہجری سے منسوب
 ہیں (محمد اکبر سیتا پوری: "سیتا پور کی عزاداری"، در سر فراز، محرم نمبر ۱۹۵۲ء، ص ۶۳)۔
 آصف الدولہ نواب وزیر اودھ نے شجاع الدولہ کے بعد
 ۱۱۸۹ھ/ ۱۷۷۵ء میں فیض آباد چھوڑا اور لکھنؤ کو دار الحکومت بنایا۔ فیض آباد اور دہلی
 کے امراء، رؤسا اور شہزادے بھی یہاں آباد ہو گئے ہر ایک دہلی و فیض آباد میں تعزیہ
 دار تھا، لیکن آصف الدولہ حاکم مملکت ہونے کے باوجود عزاداری میں بہت زیادہ
 منہمک تھے، وہ جہاں تعزیہ دیکھتے سواری سے اترتے اور تعزیہ دار کو انعام دیتے
 تھے۔ ۱۱۹۹ھ/ ۱۷۸۲ء میں انھوں نے اپنا امام بارگاہ بنوایا۔ اس کے ساتھ ساتھ
 شہزادگان دہلی اور دوسرے امراء نے بھی عز خانے تیار کیے، یوں لکھنؤ تعزیہ داری
 کا مرکز بن گیا، غازی الدین حیدر و نصیر الدین حیدر کے عہد میں مزید ترقیاں
 ہوئیں، متعدد قیمتی ضربتیں یورپ سے فرمائش کر کے بنوائی گئیں اور فنی مہارتوں
 کے اظہار و تکلفات کا آغاز ہوا (عہد آصفی میں سرخ دہلوری تعزیے پہلی مرتبہ یورپ
 سے تیار ہو کر آئے، سونے چاندی کی ضربتیں بنیں۔ امراء عوام نے مدرتیں
 پیدا کیں اور سر دکھائے جن میں سے شاہ نجف و حسین آباد کے عز خانوں میں سونے
 چاندی کی ضربتوں کے علاوہ مومی ضربت دیدنی ہے جو ایک سال سے زیادہ مدت میں

تغیر ہو کر شاہی جلوس کے ساتھ برآمد ہوتی ہے۔

مسلمانوں کے علاوہ ہندو ریاستوں اور ہندو آبادیوں میں لوگ باقاعدہ تعزیہ داری کرتے تھے۔ سر تھامس براؤٹن، (Letter writing in a Marhatta camp during the years 1809-1892)

(Sir Thomas Broughton.) نے اپنے خط عدد ۷۷ میں مرہٹوں اور محمد لطیف نے تاریخ لاہور (انگریزی، طبع جدید لاہور) میں سکھوں کے عہد کی عزاداری اور مہاراجہ شیر سنگھ کے تعزیے کا ذکر کیا ہے، محمد لطیف نے ص ۱۷۲ پر مہاراجہ شیر سنگھ کے تعزیے اور ذوالجناح کی تصویر بھی دی ہے، نیز دیکھئے ماہ نامہ نو، استقلال نمبر ۱۹۵۳، ص ۵۰ (عزاداری کی تاریخ، ص ۲۳)۔

شیعہ ریاستیں تو خیر مذہبی فرض سمجھتی تھیں، سنی نوابین بھی ثواب کی نیت سے تعزیہ رکھتے، امام باڑے بنواتے اور وقف کرتے تھے، جن میں نظام دکن خاص طور پر قابل ذکر ہیں، ان کے حل میں اب بھی تعزیہ و تعزیہ خانہ موجود ہے، غیر مسلم ریاستوں میں اندور، دھولپور، دیہ، کپور تھلہ کے علاوہ مہاراجہ کو الیار اور مہاراجہ جے پور کے تعزیے مشہور ہیں۔

ان ریاستوں میں تعزیہ داری کے لیے سارکاری اوقف ہیں (مجلہ العرب، بمبئی، شمارہ محرم ۱۳۶۰ھ؛ عزاداری کی تاریخ، ص ۲۱)۔

ایران میں تعزیے کا رواج نہیں، ہاں شبیہ یا تمثیل رائج ہے۔ عراق میں علم اور ذوالجناح برآمد ہوتے ہیں، اور اس جلوس کو ”موسکب“ کہتے ہیں۔ کشمیر، نیپال

اور فریقہ میں تعزیہ داری ہوتی ہے اور بڑی حد تک وہی انداز ملحوظ رکھا جاتا ہے جو پاکستان میں رائج ہے۔

پاک و ہند میں تعزیہ کا عام رواج ہے۔ جلوس تعزیہ جس میں تعزیہ داری کی مقامی روایتیں پیش نظر رکھی جاتی ہیں؛ مثلاً لکھنؤ، رام پور، جے پور وغیرہ میں تعزیہ کا جلوس دُیوں نکلتا ہے جیسے ان کے گھر سے کسی معزز مرنے والے کا جنازہ نکلتے، یعنی جلوس میں ماہی مراتب، ہاتھی، اونٹ، گھوڑے، فوجی باجے، ماتمی جھنڈیاں، باوردی سپاہی، برفنداز، عصا بردار، پھر ماتم دارو تعزیہ دار سر پر ہنہ، ماتمی لباس پہنے، سروں پر خاک پڑی، سینوں پر ہاتھ اور آنکھوں پر رومال رکھے، اشک افشاں آہستہ آہستہ جاتے ہیں ان کے پیچھے ایک نقیب یہ آواز دیتا ہے:

سواری ہے شہہ کرب و بلا کی

سواری ہے ہمارے بادشا کی

یا اس مضمون کی قطعے کی شکل میں بلند آواز سے پڑھتا، کوچ کا نقارہ بجاتا، خود روتا اور مجمع کے رلاتا جاتا ہے۔ بعض جلوسوں میں ماتمی باجے بجاتے ہیں، ماتمی دستے سینہ زنی، قمع زنی اور زنجیر زنی بھی کرتے ہیں، ایک دو جلوس بالکل خاموش بھی رہتے ہیں۔ راجہ، نواب، شہزادے عام شرکاء کی طرح ادب سے پیادہ شریک جلوس ہوتے تھے۔ اس وقت ملازمین پر سے آداب و رواسم شاہی ساقط ہوتے تھے۔

عام تعزیوں کے اٹھانے کا طریقہ یہ ہے کہ تعزیہ دار تعزیہ سر یا کاندھوں

پر رکھے خاموشی سے ”کربلا“ جاتے ہیں، یا ماتمی دستے یا سوزن خوان بھی ساتھ تابوت، ذوالجناح یا گہوارہ علی اصغر کی شبیہیں لیے، آنسو بہاتے، سینہ زنی کرتے جاتے ہیں اور کربلا یا قبرستان پہنچ کر تہاہل دفن تعزیوں کے دفن کر دیتے ہیں ورنہ انھیں باقی تبرکات کے ساتھ محفوظ کر کے واپس لے آتے ہیں۔

تعزیہ داری کا سلسلہ ۲۸-۲۹ ذی الحجہ سے ۸ ربیع الاول تک جاری رہتا ہے۔ پاکستان، کشمیر، نیپال اور افریقہ میں عموماً محرم (روز شہادت امام حسین) کو تعزیے دفن کر دیے جاتے ہیں، لیکن ہندوستان کے بعض مقامات پر خصوصاً لکھنؤ میں، یہ سلسلہ ۸ ربیع الاول (روز شہادت امام حسن عسکری) کو ختم ہوتا ہے اور ٹپپ تعزیہ (کیونکہ اس کے جلوس میں مکمل خاموشی رہتی ہے) آخری تعزیہ سمجھا جاتا ہے۔ اب پاکستان کے متعدد مقامات پر اسی طرح کے جلوس نکھنے لگے ہیں۔

تعزیہ روضہ امام حسین کی نسبت سے اور ایک محترم علامت ہونے کے باعث اہل تشیع کے نزدیک غلاف خاند کعبہ اور مکمل مصری کی طرح محترم سمجھا جاتا ہے مگر وہ اسے عقیدت، روایت اور تاریخی حیثیت سے بہت اہم سمجھنے کے باوجود مذہب اس کی پرستش کو حرام سمجھتے ہیں۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ ج ۶ ص ۴۶۱-۴۵۵، مطبوعہ لاہور)

ماتم کے متعلق ہم نے شیخ مراضی حسین فاضل کا مکمل مقالہ درج کر دیا ہے، لیکن اس طویل مضمون میں ماتم کے ثبوت کے متعلق تاریخ طبری

اور طبقات ابن سعد کے حوالے سے صرف ایک حدیث بیان کی گئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”لیکن حمزہ پر رونے والیاں نہیں ہیں۔“ پھر بنو عبد الاشہل کی عورتیں حضرت حمزہ پر روئیں اور حضور نے اس پر انکار نہیں فرمایا۔ اس کے علاوہ جو کچھ ذکر کیا گیا ہے وہ سب بعد کے تاریخی واقعات ہیں۔

اس باب کی حدیث میں میت پر نوحہ کرنے کو کفر قرار دیا گیا ہے، اور اس کی توجیہ یہ ہے کہ حال سمجھ کر میت پر نوحہ کرنا کفر ہے اور اگر اس کام کو برا سمجھ کر کیا جائے تو یہ حرام ہے۔ اسی طرح اپنے سینہ اور چہرے پر طمانچے لگانا، بال نوچنا، کپڑے پھاڑنا، ہائے ہائے کرنا اور چیخنا چلانا اور وہ تمام کام کرنا جو شیعوں کے ہاں ماتم حسین کے عنوان سے کیے جاتے ہیں، یہ سب کام حرام ہیں۔

ہم مروجہ ماتم کی حرم اور ممانعت پر پہلے قرآن مجید سے استدلال کریں گے پھر احادیث پیش کریں گے پھر کتب شیعہ سے استدلال کریں گے اور آخر میں علماء شیعہ کے دلائل کا جواب ذکر کریں گے فمنقول وبالله التوفیق وبہ الاستعانتہ بالحق۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

مروجہ ماتم کی حرمت پر قرآن مجید سے استدلال: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ۔
 وَلَا تَقْرَبُوا الْمَالَ بِمَقْتُلٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٍ وَلَا بِمِلِّ أَحْيَاءٍ وَلَكِنْ
 لَا تَشْعُرُونَ۔ وَلَنُجَارَ نَكُمْ بِشَيْءٍ مِنَ الْخُرُوفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِنَ الْأَمْوَالِ
 وَالْأَنْفُسِ وَالشَّعْرَاتِ وَبِشْرِ الصَّابِرِينَ۔ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ
 وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاغِبُونَ۔ اُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِنْ رَبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَآلَئِكَ هُمُ
 الْمُهْتَدُونَ۔ (بقرہ: ۱۵۷-۱۵۳)

اے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد چاہو، بے شک اللہ صبر کرنے والوں
 کے ساتھ ہے، اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کیے جاتے ہیں ان کو مردہ نہ کہو، بلکہ وہ
 زندہ ہیں مگر تمہیں شعور (احساس) نہیں اور ہم ضرورتاً تم کو کچھ خوف، بھوک اور تمہارے
 مال، جان اور پیلوں کی کمی سے آزمائیں گے اور صبر کرنے والوں کے بشارت دیجئے
 جن کو جب کوئی مصیبت پہنچے تو وہ کہتے ہیں بیشک ہم اللہ ہی کے لیے ہیں اور بے
 شک ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ کی طرف سے بہ
 کثرت صلوٰۃ اور رحمت (نازل ہوتی ہیں) اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا الصَّبِرُ وَاصْبِرُوا۔ (ال عمران: ۲۰۰)

اے ایمان والو! صبر کرو اور ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کرو۔

ان آیات میں مصیبت کے وقت صبر کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور صرف
 الصلوة وانا الیہ راجعون کہنے کی اجازت ہے، اور مصیبت کے وقت آواز سے
 رونا اور چلانا، بال نوچنا، بالوں میں خاک ڈالنا، کپڑے پھاڑنا، ہائے وائے

کرنا اور منہ، سینہ اور زانو پر طمانچہ مارنا، یہ تمام کام صبر کے منافی ہیں اور اس کی ضد ہیں اور جب کسی چیز کو فرض قرار دیا جائے تو اس کی ضد حرام ہو جاتی ہے، ان آیات سے صبر کرنا فرض ہوا اور ماتم کرنا جو اس کی ضد ہے وہ حرام ہو گیا۔

نیز اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

ان الانسان خلاق هلمر عما۔ اذا مسه الشر جزوعا۔ و اذا مسه الخير منوعا۔ الا المصابين۔ الذين هم على صلاتهم دائمون۔ (معارج: ۲۳-۱۹)

بے شک انسان کم حوصلہ (بے صبرا) پیدا کیا گیا ہے جب اس پر مصیبت آتی ہے تو جزع فزع (بے صبری کا اظہار) کرتا ہے، اور جب اس کے نعمت ملے تو اس کو روک کر رکھنے لگتا ہے۔ مگر وہ لوگ جو نمازی ہیں جو اپنی نمازوں پر پیشگی کرتے ہیں۔

ان آیات میں بتایا گیا ہے کہ کسی مصیبت آنے پر بے صبری کا اظہار کرنا مسلمان نمازی کا کام نہیں ہے اس سے واضح ہوا کہ مصیبت کے وقت بے صبری کرنا حرام ہے اور مروجہ ماتم بے صبری کا اظہار ہے، اس لیے مروجہ ماتم حرام ہے۔

نیز قرآن مجید میں ہے:

واصبر واصبرك الا بالله ولا تحزن عليهم۔ (نحل: ۱۲۷)

اور آپ صبر کریں اور آپ کا صبر اللہ کی توفیق سے ہی حاصل ہوگا، اور آپ

ان (شہداء احد) پر غمگین نہ ہوں۔

شیخ ابو جعفر محمد بن حسن طوسی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وقبل المعركة لا تحزن علي قتلى احدكم اعطاهم الله من

السجود۔ (شیخ ابو جعفر محمد بن حسن طوسی متوفی ۴۲۰ھ، تفسیر قبیان، ج ۱، ص ۴۴۱، مطبوعہ

دار احیاء التراث العربی بیروت)

ایک قول یہ ہے کہ اس آیت سے مراد یہ ہے کہ آپ شہداء احد پر غم نہ کریں

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت ثواب عطا کیا ہے۔

شیخ فضل بن حسن طبری لکھتے ہیں:

وقبل معناه ولا تحزن علي قتلى احدكم فان الله تعالى قد قبلهم الي

سواء وكرمات۔ (شیخ ابو علی فضل بن حسن طبری متوفی ۵۲۸ھ، تفسیر مجمع

البیان، ج ۶، ص ۶۰۶، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۴۱۱ھ)

ایک قول کے مطابق اس کا معنی یہ ہے کہ آپ جنگ احد کے شہداء پر رنج

نہ کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ثواب اور درجات کی طرف منتقل کر دیا ہے۔

شیخ فتح اللہ کاشانی نے بھی یہی تقریر کی ہے۔ (شیخ فتح اللہ کاشانی

متوفی ۱۰۷۹ھ، تفسیر منہج الصادقین، ج ۵، ص ۲۳۸۔ مطبوعہ خیابان ناصر خسرو ایران)

سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ جن کو احد میں مُلکہ کیا گیا (ان کے جسم کے اعضاء

کو کاٹا گیا) اور دیگر صحابہ جن کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے ان کو شہید کیا گیا، ان

کے متعلق آپ کو حکم دیا گیا کہ آپ صبر کریں اور ان کے بارے میں غم نہ کریں کیونکہ

اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت درجات عطا کیے ہیں، اسی طرح شہدائے کربلا جن کو ظلماً قتل کیا گیا، ان کے متعلق بھی صبر کرنا لازم ہے، ان پر ماتم کیا جائے نہ ان کا غم منایا جائے کیونکہ ان کو بھی اللہ تعالیٰ نے بہت ثواب عطا کیا ہے اور بڑے بڑے درجات دیے ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

مَا أَصَابَ مِنْ مُصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي أَنْفُسِكُمْ إِلَّا فِي كِتَابٍ
مِنْ قَبْلِ أَنْ نَبْرَأَهَا إِنَّ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ لِكَيْلَا تَحْزَنُوا عَلَى مَا فَاتَكُمْ
وَلَا تَفْرَحُوا بِمَا آتَاكُمْ۔ (الحديد: ۲۲)

زمین میں کوئی مصیبت پہنچتی ہے نہ تمہاری جانوں میں مگر وہ ایک کتاب میں (لکھی ہوئی) ہے، اس سے پہلے کہ ہم اس (مصیبت) کو پیدا کریں، بے شک یہ اللہ پر بہت ہی آسان ہے یہ اس لیے کہ کوئی چیز تمہارے ہاتھ سے جاتی رہے تو اس کا رنج نہ کیا کرو اور جو کچھ اللہ نے تمہیں دیا ہے اس پر اترایا نہ کرو۔

نیز اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَاِصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ ۚ إِنَّكَ أَنْتَ الْبَصِيرُ لِكَيْلَا تَحْزَنُوا عَلَى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوا بِمَا آتَاكُمْ۔

(ال عمران: ۱۵۳)

تو (اللہ نے) تمہیں غم پر غم دیا کہ جو (مال غنیمت) تمہارے ہاتھ سے چلا گیا اور (جو مصیبت) تمہیں پہنچی ہے، تم اس پر غمگین نہ ہو۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ کسی نعمت کے چھن جانے اور کسی مصیبت کے

پیش آنے سے غمگین نہ ہونا چاہیے۔

شیخ تمی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

(فَاتَابَكُمُ عَمَّا يَصِفُ) فَاَمَّا الْغَمُّ الْاَوَّلُ فَالْهَرَبُ بِمَنْتَهٍ وَالْقَتْلُ وَامَّا الْغَمُّ الْاٰخِرُ فَاشْرَافُ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ عَلَيْهِمْ بِقَوْلِ (لَكُمُ الْاَحْزَانُ اَعْلٰی مَا فَاتَكُمُ) مِّنَ الْعَنِيَّتِهِ وَلَا مَا اَصَابَكُمْ) بِعَنِي قَتْلِ اَحْزَانِهِمْ۔ (شیخ ابوالحسن علی بن ابیہم تمی متوفی ۷۳۰ھ، تفسیر تمی ج ۱ ص ۲۰، مطبوعہ مکتبۃ دارالکتبۃ والنشر قم ایران، ۱۴۰۴ھ)

(تمہیں ایک غم کے بعد دوسرا غم دیا) پہلا غم جنگ اُحد میں مسلمانوں کی شکست اور مسلمانوں کا قتل تھا اور دوسرا غم یہ کہ خالد بن ولید (جو ابھی اسلام نہیں لائے تھے) نے خالی درّہ سے مسلمانوں پر حملہ کر دیا، (تا کہ جو تمہارے ہاتھ سے چلا گیا اس پر تم غم نہ کرو) یعنی مال غنیمت کے چلے جانے سے (اور نہ تم پر مصیبت کے پہنچنے سے) یعنی تمہارے مسلمان بھائیوں کے قتل ہونے سے۔

ان آیات سے واضح ہو گیا کہ کسی مصیبت کے آنے پر غم کرنا اور غم منانا اور سوگ کا اظہار کرنا اللہ تعالیٰ کے حکم کی صریح خلاف ورزی ہے اور مصیبت آنے پر ماتم نہ کرنا اور صبر کرنا فرض ہے اور ماتم کرنا اور غم کی مجلسیں قائم کرنا حرام ہے۔

مُروّجہ ماتم کی حرمت پر احادیث سے استدلال: امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عَنْ عَبْدِ الْعَلَةِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَيْسَ مِنَّا لَطَمُ الْخَدِّ وَدُوشَقُّ

الجبور و دعا بدعوى الجاهلین۔ (امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح

بخاری ج ۳ ص ۷۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے

فرمایا جو شخص منہ پر طمانچہ مارے، گریبان چاک کرے اور زمانہ جاہلیت کی طرح

چیخ و پکار کرے وہ ہمارے دین پر نہیں ہے۔

اس حدیث کو امام مسلم (۱)، امام ترمذی (۲)، امام نسائی (۳)، امام ابن

ماجہ (۴) اور امام احمد بن حنبل (۵) نے بھی روایت کیا ہے۔

(۱) امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۷۰، مطبوعہ نور محمد اصح

المطابع کراچی۔ ۱۳۷۵ھ

(۲) امام ابویحییٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۱۶۳، مطبوعہ نور محمد

کارخانہ تجارت کتب کراچی

(۳) امام ابوعبدالرحمان احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی

ج ۱ ص ۱۹۰، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

WWW.NAFSEISLAM.COM

(۴) امام محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۱۱۲، مطبوعہ نور محمد

کارخانہ تجارت کتب کراچی

(۵) امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد

ج ۱ ص ۲۶۵، ۲۴۲، ۲۴۳، ۳۸۶، ج ۲ ص ۱۳۱، مطبوعہ مکتب اسلامی

بیروت، ۱۳۹۸ھ

نیز امام بخاری روایت کرتے ہیں:

وقال عمر بن الخطاب رضي الله عنه: لا يترك كبريتها الطمخ في الحسب والطعن في النسب والاستسقاء بالجرم والنيحته وقال النائحته اذ لم تلب قبل موتها تقام يوم القيامة وعليها سربال من قطران ودرع من حطب۔ (امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۷۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ)

حضرت عمر نے فرمایا ان عورتوں کو حضرت خالد بن ولید پر اس وقت تک رونے سے منع نہ کرو جب تک سر پر خاک نہ ڈالیں یا آواز نہ نکالیں۔
امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن ابی صالح الأشعری ان العنسی رضی اللہ عنہ قال اربع فی امتی من امر العجاہ لیتہ لا یترک کبریتها الطمخ فی الحسب والطعن فی النسب والاستسقاء بالجرم والنیحته وقال النائحته اذ لم تلب قبل موتها تقام يوم القيامة وعليها سربال من قطران ودرع من حطب۔ (امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۰۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ)

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میری امت میں زمانہ جاہلیت کی چار عاداتیں جن کو وہ ترک نہیں کرے گی، حسب (خاندانی شرف) پر فخر کرنا، نسب پر طعن کرنا، ستاروں سے بارش طلب کرنا اور نوحہ کرنا، اور فرمایا اگر نوحہ کرنے والی مرنے سے پہلے توبہ نہ کرے تو اسے پگھلے ہوئے تانبے اور خارش کی قمیص پہنائی جائے گی۔

اس حدیث کو امام ابن ماجہ (۸) اور امام احمد (۹) نے بھی روایت کیا ہے۔

(۸) امام محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۱۱۴، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

(۹) امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۵ ص ۳۲۳، ۳۲۴، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ام عطیہ قالت یا رسول اللہ ﷺ فقد أعلمنا ان لا یشركن
باللہ شیئا ویضافنا عن النبیاحۃ۔ (امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح
بخاری ج ۲ ص ۲۶، مطبوعہ نور محمد صبح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ)

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے
بیعت کی آپ نے ہم پر یہ آیت تلاوت کی کہ وہ عورتیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ بالکل
شرک نہ کریں۔ اور ہم کو نوجہ کرنے سے منع فرمایا۔

اس حدیث کو امام ابو داؤد (۲) اور امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔ (۳)
(۲) امام ابو داؤد سلیمان بن شعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۹۰، مطبوعہ
مطبع مجتہائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

(۳) امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۵ ص ۸۵، مطبوعہ مکتب اسلامی
بیروت، ۱۳۹۸ھ

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ام عطیہ قالت احذ علیہا الہی ﷺ عند البیعتہ ان

لا تشرح۔۔۔ الحدیث (امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح

بخاری ج ۵ ص ۷۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ)

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے بیعت کرتے وقت ہم سے یہ عہد لیا کہ ہم نوحہ نہیں کریں گی۔

اس حدیث کو امام مسلم (۵)، امام ابوداؤد (۶)، امام نسائی (۷) اور امام

احمد (۸) نے بھی روایت کیا ہے۔

(۵) امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۰۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

(۶) امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۹۰، مطبوعہ مطبع مجتہدانی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

(۷) امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، سنن نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۱ ص ۱۸۹، ج ۲ ص ۱۶۲، مطبوعہ نور محمد کارخانہ کتب کراچی

(۸) امام احمد بن حنبل

متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۳ ص ۱۹۷، ج ۵ ص ۸۵-۸۴، ج ۶ ص ۲۰۸، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن ابی سعید الخدری قال لعن رسول اللہ ﷺ الناحضہ

والمستمعہ۔ (امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن

فقہائے ام حکیم بنت الحارث بن عبدالمطلب فقالت يا رسول الله ما هذا المعروف الذي امرنا الله به ان لا نعصياك فيه؟ فقال ان لا تحمشن وحبنا ولا تلطمن حدا ولا تنقن شعرا ولا تمرقن حبنا ولا تسردن ثوبا ولا تدعرن بالربيل والنمور ولا تقصمن عند قبر فبايعهن رسول الله ﷺ على هذه الشروط۔ (شیخ ابوالحسن علی بن ابراہیم قمی متوفی ۷۳۰ھ، تفسیر قمی ج ۲ ص ۳۶۲، مطبوعہ مؤسسۃ دارالکتابتہ وانشروم۔ ایران، الطبع الثالث)

حضرت ام حکیم بنت الحارث بن عبدالمطلب نے کھڑی ہو کر کہا: یا رسول اللہ! وہ کون سی نیکی ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم اس میں آپ کی نافرمانی نہ کریں؟ آپ نے فرمایا اپنے چہروں پر خراشیں نہ ڈالو، اپنے رخساروں پر تھپڑ نہ مارو، اپنے بال نہ نوچو، اپنے گریبان نہ پھاڑو، کالے کپڑے نہ پہنو، ہائے وہ مَر گیا، ہائے وہ مَر گیا نہ چلاؤ اور قبر کے پاس نہ بیٹھو، پھر رسول اللہ ﷺ نے ان شروط پر ان کو بیعت کر لیا۔

شیخ محمد بن حسن طوسی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

قال زيد بن اسلم: فيما شرط لا يعصيته فيه ان لا يلطمن وابتشقن حبنا ولا يدعرن بالربيل والنمور كدفع اهل الجاهلية وقال ابن عباس فيما شرط ان لا يعصيه فيه السرح۔ (شیخ ابوجعفر محمد بن حسن طوسی متوفی ۲۳۰ھ، تفسیر تبیان ج ۹ ص ۵۸۸، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

زید بن اسلم نے کہا جس چیز میں نافرمانی نہ کرنے کی شرط ہے وہ یہ ہے کہ

طمانچے نہ ماریں، گریبان نہ پھاڑیں، ہائے وہ مر گیا، ہائے وہ مر گیا نہ پکاریں بھیسے
زمانہ جاہلیت کے افعال ہیں۔ حضرت ابن عباس نے کہا جس چیز میں نافرمانی نہ
کرنے کی شرط تھی وہ یہ ہے کہ نوحہ نہ کریں۔

شیخ ابوعلی فضل بن حسن طبرسی لکھتے ہیں:

فصل عسی بالمعروف والمنہی عن النہی وتعمیق التماس
وجہ الشعروق الحیب وخمس الرجاء والدعاء بالویل۔ (شیخ ابوعلی فضل بن
حسن طبرسی متوفی ۵۲۸ھ، تفسیر مجمع البیان ج ۵ ص ۴۱۲، مطبوعہ انتشارات
ناصر خسرو، ایران)

ایک قول یہ ہے کہ نیکی سے مراد یہ ہے کہ نوحہ نہ کریں، کپڑے نہ
پھاڑیں، بال نہ نوچیں، گریبان نہ پھاڑیں، چہرے پر خراشیں نہ ڈالیں اور ہائے
موت نہ پکاریں۔

شیخ فتح اللہ کاشانی لکھتے ہیں:

مفسران در تہمیف مہ معروف در این مہ امام خلاف
کردہ (الہی قولہ) ابن زید بر انہست کہ نوحہ نکند و جامہ ندرند و موئے
نکند و روئے نخر اشند و سر نتر اشند و سلیطہ نباشند و شعر نخوانند (شیخ
فتح اللہ کاشانی متوفی ۷۹۷ھ، منہج الصادقین ج ۵ ص ۲۵۸، مطبوعہ خیابان ناصر خسرو
ایران)

مفسرین کا معروف کی تفسیر میں اختلاف ہے، ابن زید کی روایت یہ ہے

کہ نوچہ نہ کریں، کپڑے نہ پھاڑیں، بال نہ نوچیں، چہرہ نہ نوچیں، بال نہ کاٹیں، زبان درازی نہ کریں، شعر نہ پڑھیں۔

مروّۃ ماتم کی حرمت پر نہج البلاغۃ سے استدلال: علماء شیعہ کے نزدیک قرآن مجید کے بعد سب سے معتبر، مستند اور صحیح کتاب نہج البلاغۃ ہے اس میں لکھا ہے:

حضرت علی نے فرمایا:

وقال عليه السلام يقول الصبر على قدر المصيبة ومن ضرب يده
على فخذه عند مصيبته حبط عمله۔ (نہج البلاغۃ) (مع فارسی
ترجمہ) ص ۱۲۳۹، مطبوعہ انتشارات، زرین ایران)

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: صبر بہ قدر مصیبت نازل
کیا جاتا ہے، جس شخص نے مصیبت کے وقت اپنا ہاتھ اپنے زانو پر مارا اس کا عمل
ضائع کر دیا جاتا ہے۔

شیخ ابن عثیم، بحرانی اسی ملفوظ کی شرح میں لکھتے ہیں:

ومن قصص في السند علماء أن حصير ل هذ الفصيله وار تكب
صلاهها وهو المحجر حبط اجره وهو ثوابه على الصبر و كنى عن الجرح
بما يلزمه في العارة من ضرب المدين على الفخذين وقيل بل يحبط ثوابه
السابق لان شدة الجرح يستلزم كراهيته قضاء الله وسخطه وعدم التفات
الى ما عود به من ثواب الصابرين وهو معد لمحجر الحسنات من لرح
العقوس وسقوط ما يلزمها من ثواب الأجر۔ (شيخ كمال الدين عثیم بن علی بن

عیشم البحرانی متوفی ۹۶۷ھ، شرح نہج البلاغہ ج ۵ ص ۳۲۰، مطبوعہ مؤسسۃ النصر
ایران ۱۳۸۷ھ)

جس شخص نے صبر کو حاصل کرنے کی صلاحیت میں کمی کی اور اس کی ضد یعنی
بے صبری کو اختیار کیا تو اس کو صبر کرنے کا ثواب نہیں ملے گا، بے صبری کو زانوؤں
پر ہاتھ مارنے سے تعبیر فرمایا، کیونکہ انسان کی عادت ہے وہ بے صبری کے وقت اپنے
زانوؤں پر ہاتھ مارتا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ بلکہ بے صبری کا اظہار کرنے سے اس
کا پہلا ثواب بھی ضائع ہو جاتا ہے، کیونکہ زیادہ بے صبری کا اظہار کرنا، اللہ تعالیٰ کی
قضا کو ناپسند کرنے اور اس پر ناراض ہونے کو مستلزم ہے اور اللہ تعالیٰ نے صبر کرنے
والوں سے جس ثواب کا وعدہ کیا ہے اس کی طرف التفات نہ کرنے کو مستلزم ہے اور وہ
نیکوں کے مٹنے اور ان پر اخروی ثواب کے مٹنے کو مستلزم ہے۔

(ابن عیشم کی ترتیب اور تعدد کے اعتبار سے یہ ملفوظ نمبر ۱۳۱ ہے۔)

نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ومن أصبح يشكر مصيبتة نزلت به فقد أصبح يشكر ربه۔ (نہج

البلاغہ (مع فارسی ترجمہ) ص ۲۵۴، مطبوعہ انتشارات زرین ایران)

جس شخص پر کوئی مصیبت نازل ہوئی اور اس نے اس کی شکایت کی، اس
نے اپنے رب کی شکایت کی۔

شیخ ابن عیشم اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

شكوى المصيبة وبلاؤها الشكوى من الله لأن الله تعالى

ہمدانی بہا۔ (شیخ کمال الدین عیثم بن علی بن عیثم البحران متوفی ۶۷۹ھ، شرح
نہج البلاغہ ج ۵ ص ۳۵۷، مطبوعہ مؤسسۃ النصران ۱۳۸۷ھ)

مصیبت کی شکایت کرنا اللہ تعالیٰ کی شکایت کرنے کو مستلزم ہے، کیونکہ اس
مصیبت میں مبتلا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

مروجہ ماتم کی حرمت پر علماء شیعہ کی احادیث سے استدلال: شیخ ابو جعفر کلینی روایت
کرتے ہیں:

عن ابی جعفر علیہ السلام قال: قلت لہ ما الجوع قال: اشتداد الجوع الصراخ
بالمربل والمربل والاعطام الرجح والصبر والشعر من النواصبی ومن قام
النواحیہ فقلبتہ الصبر واحد فی غیر طریقہ ومن صبر واسترجع وحمد اللہ
عمر وحمل فقدر حنی بما صنع اللہ ودفع اجرہ علی اللہ ومن لم یفعل ذلک
جری علیہ القضاء وهو ذنبہم واحتبط اللہ تعالیٰ اجرہ۔ (شیخ ابو جعفر محمد بن
یعقوب کلینی متوفی ۳۲۹ھ، افروع من الکافی ج ۳ ص ۲۲۳-۲۲۲، مطبوعہ
دار الکتب الاسلامیہ تہران، ۱۳۹۱ھ) WWW.NAFSEISLAM.COM

ابو جعفر علیہ السلام کہتے ہیں میں نے پوچھا: جزع (بے صبری) کیا
ہے؟ فرمایا سب سے زیادہ بے صبری یہ ہے کہ آدمی یہ چلائے ہائے وہ مر گیا، اور سینہ
اور چہرے پر تھپڑ مارے اور پیشانی سے بال نوچے اور جس شخص نے نوحی کیا اس نے
صبر ترک کیا اور اس کے خلاف طریقہ کو اپنا اور جس نے صبر کیا اور انا اللہ وانا الیہ
راجعون پڑھا، اللہ تعالیٰ کی حمد کی اور اللہ تعالیٰ کے کیے ہوئے کام پر راضی رہا اس

کا اللہ تعالیٰ کے ذمہ اجر ثابت ہو گیا اور جس نے اس کے خلاف کیا اس کی تقدیر تو پوری ہو گئی اور وہ مذموم ہو گا اور اللہ تعالیٰ اس کا اجر ضائع کر دے گا۔

علی اکبر غفاری نے اس حدیث کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ حسین صلوات اللہ علیہ پر ماتم کرنا اس حدیث سے مستثنیٰ ہے۔ (شیخ ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی متوفی ۳۲۹ھ، افروع من الکافی، ج ۳ ص ۲۲۳، مطبوعہ دار الاسلامیہ تہران، ۱۳۹۱ھ)

علی اکبر غفاری کا یہ دعویٰ مردود ہے کیونکہ اس حدیث میں کوئی استثناء نہیں ہے، نہ قرآن مجید اور نہج البلاغہ میں کوئی استثناء ہے نہ دیگر احادیث شیعہ میں کوئی استثناء ہے نیز علی اکبر غفاری نے اسی حاشیہ میں ملا مجلسی کے حوالے سے لکھا ہے کہ ”ماتم کرنا صبر کامل کے منافی ہے اس سے ماتم کے جواز کی نفی نہیں ہوتی“ علی اکبر کی یہ تو جیہ بھی باطل ہے کیونکہ اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ ماتم کرنے سے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں اور اعمال صرف کفر سے ضائع ہوتے ہیں نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ ماتم کرنا اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر ناراض ہونا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی تقدیر پر ناراض ہو اس کے کفر میں کیا شبہ ہو سکتا ہے! اس پر مزید گفتگو ان شاء اللہ ہم اس بحث کے آخر میں کریں گے۔

نیز شیخ ابو جعفر کلینی روایت کرتے ہیں:

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال قال رسول اللہ ﷺ ضرب المسلم بدمہ علی فحدہ عبدالمصیبۃ احباط لاجرہ۔ (شیخ ابو جعفر محمد بن

یعقوب کلینی متوفی ۳۲۹ھ، افروع من الکافی ج ۳ ص ۲۲۲، مطبوعہ دارالاسلامیہ
تہران، ۱۳۹۱ھ)

ابو عبد اللہ علیہ السلام بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مصیبت
کے وقت مسلمان کا اپنے ہاتھ کو اپنے زانو پر مارنا اس کے اجر کو ضائع کرتا ہے۔

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال: لا یبغی الصباح علی المیت
ولا شق الثیاب۔ (شیخ ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی متوفی ۳۲۹ھ، افروع من الکافی
ج ۳ ص ۲۲۵، مطبوعہ دارالاسلامیہ تہران، ۱۳۹۱ھ)

ابو عبد اللہ علیہ السلام نے فرمایا مسلمان کے میت پر چھلانا نہیں چاہیے اور نہ
کپڑے پھاڑنا چاہیے۔

عن ابی الحسن الاول علیہ السلام قال: قال: ضرب الرجل یدہ
عملی فجلدہ عند المصیبتہ احباط لاجرہ۔ (شیخ ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی متوفی
۳۲۹ھ، افروع من الکافی ج ۳ ص ۲۲۵، مطبوعہ دارالاسلامیہ تہران، ۱۳۹۱ھ)

ابو الحسن اول علیہ السلام نے فرمایا: مصیبت کے وقت کسی شخص کا اپنے
زانو پر ہاتھ مارنا اس کے اجر کو ضائع کرتا ہے۔

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال: لا یصلح الصباح علی المیت
ولا یبغی ولكن الناس لا یعرفونہ والصبر حیر۔ (شیخ ابو جعفر محمد بن یعقوب
کلینی متوفی ۳۲۹ھ، افروع من الکافی ج ۳ ص ۲۲۶، مطبوعہ دارالاسلامیہ
تہران، ۱۳۹۱ھ)

ابو عبد اللہ علیہ السلام نے فرمایا میت پر چلانا نہیں چاہیے، لیکن لوگ اس مسئلہ کو نہیں جانتے اور صبر کرنے میں خیر ہے۔

ابو جعفر محمد بن علی قمی روایت کرتے ہیں:

وقال عليه السلام ان البلاء والصبر يستحقان الى المؤمن فياثر به البلاء وهو صبور، وان العجز والبلاء يستحقان الى الكافر فياثر به البلاء وهو عجز — ر — (شيخ ابو جعفر محمد بن علي قمي متوفى ۳۸۱ھ، من الاصحاح الفقهيہ، ج ۱۳، مطبوعہ دار الكتب الاسلامیہ تہران، ایران)

صادق علیہ السلام نے فرمایا مصیبت اور صبر مومن کی طرف سبقت کرتے ہیں جب اس پر مصیبت آتی ہے تو وہ صابر ہوتا ہے اور مصیبت اور بے صبری کافر کی طرف سبقت کرتے ہیں، اس پر مصیبت آتی ہے درآن حالیکہ وہ بے صبری کر رہا ہوتا ہے۔

مروجہ ماتم کی حرمت پر ملا باقر مجلسی کی نقل کردہ روایات سے استدلال: ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں:

WWW.NAFSEISLAM.COM

روایت کردہ است از امام محمد باقرؑ کہ امیر المومنین فرمود روز سے من وفاطہ بہ بخدا، مت حضرت رسول ﷺ رفیقہم وآنحضرت بسید المرسلین گمر لسیہ مت عمر بن کرم پدر و مادر م خدا کے توبہ اور مادر و اولاد بہ چہ چہ مرید بہ توشدہ است؟ فرمود یا علی شیعہ کرم اباسان بردندنے چند از امت

خود را در عذاب شدید دیدم و گریه من بر آله ایشہ منست (البی
 قولہ) آنکہ بصورت سبک بود و آتش در دہش من سے کرد و داخوانندہ و نوحہ
 کہ نہ نہ و حہ و دہ و دہ (ملا باقر مجلسی متوفی ۱۱۰۰ھ، حیات القلوب
 ج ۲ ص ۲۹۳-۲۹۴، مطبوعہ کتاب فروش اسلامیہ تہران ایران)

امام محمد تقی علیہ السلام سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا
 کہ ایک روز میں اور فاطمہ علیہما السلام حضرت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں گئے
 اور آں حضرت بہت رو رہے تھے، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے ماں باپ
 آپ پر فدا ہوں! آپ کے اس رونے کا کیا سبب ہے؟ آپ نے فرمایا اے
 علی! جس رات مجھے آسمان پر لے گئے میں نے اپنی امت کی چند عورتوں
 کو شدید عذاب میں مبتلا دیکھا اور میرا رونا انہی کی وجہ سے ہے (پھر آپ نے ان
 عورتوں کے بیان میں فرمایا:) جو عورت کھٹے کی صورت میں تھی اور اس کی
 دیر (پاخانے کی جگہ) میں آگ ڈال رہے تھے وہ چلانے والی، نوحہ (ماتم) کرنے
 والی اور حسد کرنے والی تھی۔

نیز ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں:

ام حاکیم دختہ مرحلت بن ہشام کہ زن حکمرانہ پسر
 ابو جہل بود، نہت یا رسول اللہ آن کنام معروفست کہ خدا گفتہ
 است مرا نہت و نہت و در آن نہت کہ نیم دختہ مر
 فرمود در مصیبتہ ما چنانچہ بر روی خود منید و روی خود را منفر اشید و موئے

خود را کہ نیدوگ، سربہ ان خود را چاک نکند و جہا بہ خود را سیاہ
 کہ نیدو و او را مگر لید پس بر این شرطہا حضرت بارشاں بیعت
 کرو۔ (ملاباقر مجلسی متوفی ۱۱۱۰ھ، حیات القلوب ج ۲ ص ۲۶۰، مطبوعہ کتاب فروش
 اسلامیہ تہران ایران)

عکرمہ بن ابو جہل کی زوجہ ام حکیم بنت حارث بن ہشام نے پوچھا کیا
 رسول اللہؐ وہ کون سی نیکی ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ کہا ہے کہ ہم اس
 میں آپ کی نافرمانی نہ کریں، حضرت نے فرمایا مصیبت میں اپنے چہرے پر طمانچہ
 نہ مارو، چہرے کو نہ تھیلو، اپنے بال نہ نوچو، اپنے گریبان کو چاک نہ کرو، اپنے کپڑوں
 کو سیاہ نہ کرو، واویلا (ہائے وہ مگر گیا) نہ کرو پس ان شرطوں پر آپ نے ان عورتوں
 سے بیعت لے لی۔

عَنْس اسلام

اور ملاباقر مجلسی لکھتے ہیں:

ابن ہبار ویرہ بسندہ معتبر از امام جعفر صادق روایت کردہ
 است کہ حضرت رسول فرمود چہار خصالت بدہریشہ
 در امت من خواہد بود تا روز قیامت۔

اول: فتنہ مرکہ مردن بہ نصیبہ مالے خود، دوم: ظہن کہ مردن
 نصیبہ، سوم: آمدن بہلداں را از لوضاع کہ واکسب دانستہن واعتماد بعلم
 نہیوم داشتہن، چہارم: زوحہ کہ دن و بدستیکہ کہ اگر نوحہ کنندہ توبہ

نکند پيش از مردنش چوں روز قیامت مبعوثه شود جامه از مس گداخته
 و جامه از جرب بر او پوشانند۔ (ملا باقر مجلسی متوفی ۱۱۱۰ھ، حیات القلوب
 ج ۳ ص ۶۷، مطبوعہ کتاب فروش اسلامیہ تہران ایران)

ابن بابویہ نے سند معتبر کے ساتھ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت
 ہے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری مدت میں چار بری عادتیں ہمیشہ
 قیامت تک رہیں گی۔

پہلی: اپنے حسب میں فخر کرنا، دوسری: نسب میں طعن کرنا، تیسری: بارش
 آنے کا سبب ستاروں کو جانا اور علم نجوم پر اعتقاد رکھنا،
 چوتھی: نوحہ (ماتم) کرنا اور اگر نوحہ کرنے والا مرنے سے پہلے توبہ نہ کرے تو جب
 اس کے قیامت کے روز اٹھایا جائے گا تو اس کو پچھلے ہوئے تائبے کا اور خارش
 کا لباس پہنایا جائے گا۔

ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں: WWW.NAFSEISLAM.COM

فرات بن ابراہیم بہ سند معتبر از جابر انصاری روایت
 کردہ است کہ رسول خدا اور مرثی آخر خود با حضرت فاطمہ گشت
 (الہی قولہ) اے فاطمہ کہ ہر ایک پیغمبر گریبان نسی باید در بدو روئے
 باید خسر اشید و ولولہ بلائے باید گشت ولیکن بگر آنچہ پدرت و وفات
 ابراہیم فرزند خود گشت کہ چشمہ ماں سے گریند و دل بدوے

آرہ مد (ملا باقر مجلسی متوفی ۱۱۱۰ھ، حیات القلوب ج ۲ ص ۶۸۷، مطبوعہ کتاب فروشی اسلامیہ تہران ایران)

فرا ت بن ابراہیم نے سند معتبر کے ساتھ حضرت جابر انصاری سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے آخری مرض میں حضرت فاطمہ علیہا السلام سے (چند نصیحت کے کلمات کے بعد) فرمایا: اے فاطمہ جان لو کہ پیغمبر کے لیے گریبان پھاڑنا نہیں چاہیے، اور چہرہ نہیں چھیلنا چاہیے اور اوٹیلانا نہیں کہنا چاہیے، لیکن وہ جو تمہارے والد نے اپنے فرزند ابراہیم کی وفات کے موقعہ پر کہا تھا کہ آنکھیں رو رہی ہیں اور دل میں درد ہے۔
نیز ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں:

ابن بابویہ بہ سند معتبر از امام محمد باقر روایت کردہ است کہ حضرت رسول در هنگام وفات خود بعضی فاطمہ فرمود ای فاطمہ چوں بسیرم روئے خود را بر لے من مضر اش و گیسوئے خود را بر پشمان مکن و ولویہ لا میگردد نوحہ مراں را مطلب۔ (ملا باقر مجلسی متوفی ۱۱۱۰ھ، حیات القلوب ج ۲ ص ۶۸۷، مطبوعہ کتاب فروشی اسلامیہ تہران ایران)

ابن بابویہ نے سند معتبر کے ساتھ امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کیا ہے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے اپنی وفات کے وقت حضرت فاطمہ علیہا السلام سے فرمایا اے فاطمہ جب میں وفات پا جاؤں تو میرے لیے اپنی چہرے کو نہ

چھیلا، اپنے بالوں کو نہ بکھیرنا اور اویدا (ہائے موت) نہ کہنا اور نوحہ (ماتم) کرنے والوں کو نہ بلانا۔

امام حسین رضی اللہ عنہ نے اہل بیت کو جو صبر و ضبط کی وصیت کی اس کے بیان میں ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں:

چون خردش لشکر مریدانہ ان بلند شد زینب خاتون
خواہر جناب امام حسین علیہ السلام بخد مت آن حضرت آمد
وید کہ آن امام مظلوم سر بر زانوی اندوگذاشته بخواب رفته است
گشت ای برادرین صدای اہل جور و جبار نشینوی؟ حضرت
سر برداشت و فرمود کہ اے خواہر درانیوقت بخواب دیدم
جدم مدد مدد مطلقے بچہ و پدرم عذابی میری و مادرم فاطمہ زہرا
برادرم حسن و مجتبیٰ را کہ بنزد من آمدند و گشتند ای حسین تودرین
زدی بہر دما خواہی آمد چون زینب خاتون زین خبر و حشت
اثر راشتہ پیاچہ بر روی خود زد و فریاد و ایلاہ بلند کرد حضرت
فرمود کہ ای خواہر گرامی ویل و عذاب بر امی تو نیست بر ای
دشمنان تہمت صبر کن و بہرودی دشمنان را ہر مامشاد
مگر مردان۔ (ملا باقر مجلسی متوفی ۱۱۱۰ھ، جلاء العیون ج ۲ ص ۵۴۹۔ مطبوعہ کتاب
فروشی اسلامیہ تہران ایران، ۱۳۸۹ھ)

جب مخالفین کے لشکر میں شور بلند ہوا تو جناب امام حسین کی بہن زینب

حضرت امام حسین کے پاس آئیں، دیکھا کہ امام حسین سوئے ہوئے ہیں، کہا اے بھائی کیا ظالموں کا یہ شور آپ نہیں سن رہے؟ حضرت نے سر اٹھا کر فرمایا: اے بہن میں نے ابھی خواب میں اپنے ماما حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور اپنے والد حضرت علی مرتضیٰ اور اپنی والدہ حضرت فاطمہ زہرا اور اپنے بھائی حسن مجتبیٰ کو دیکھا وہ سب میرے پاس آئے اور کہا اے حسین! تم بہت جلد ہمارے پاس آ رہے ہو، جب حضرت زینب نے یہ خبر دہشت اثر سنی تو انھوں نے اپنے منہ پر طمانچے مارے اور بلند آواز سے واویلا کرنا شروع کر دیا، حضرت نے فرمایا اے میری معزز بہن ویل اور عذاب تم پر نہیں ہے، تمہارے دشمنوں پر ہے تم صبر کرو اور اس قدر جلد ہمارے دشمنوں کو ہم پر خوش نہ کرو۔

نیز ملام باقر مجلسی لکھتے ہیں:

و فرمود کہ ای خواہی با جان برابر حلم و بردباری پیشہ خود کن و شیطان را بر خود تسلط مدہ و بر قضای حق تعالی صبر کن و فرمود کہ اگر می گذاشتند مرا با دستراحت خود را بلکه نبی افکندم زینب خاتون گفت این بیشتر دل مارا میخروشد می گرداند کہ راه چاره از تو منقطع گردیده و ضرورت شربت ناگوار مرک را می نوشی و مارا غریب و بیگس و تنہا در میان اہل نفاق و شقاق می گذری پس دستہا می خود را بلند کرد و گویگونہ خود را خراشید و منتہع را در سر کشید و گریبان طاقت چاک کرد و بے ہوش افتاد آن

امام غمزدہ سب سے خواہست و آب و ہر روی خواہر گرامی خود
 پاشید چون بہوش باز آمد گفت ای خواہر نیک اختر از خدا بہ
 ترس و مہمتہ ای حق تعالی راضی شود بدانکہ ہمہ اہل زمین
 شہر بہت ناگوار مرک رومی چشند و اہل آسان باقی نمی مانند و
 بہتر ذات مقدس حق تعالی ہمہ چیز در معرض زوال و فناست
 و ہمہ را میسر اند و بعد از مردن مبعوث می گرداند و او منتظر اس در
 بقا و بر اور و مادر من شہید شد و ہمہ زمین

بہتر بودند و حضرت رسول خدا ﷺ کہ اشرف خلایق بود در دنیا
 نہ ماند و صبرای بر اقی رحمت فرمود و بسیاری از این مواظظ
 پسندیدہ ہر ای آن نور دیدہ بیان فرمود پس وصیت فرمود کہ ای
 خواہر گرامی ترا سوگند میدہم کہ چون سن از تیغ اہل جفا بعالم بقا
 رحمت نایم گریبان چاک مکنید و رو مضر اشید و ولولہ مگویید (ملا
 باقر مجلسی متوفی ۱۱۰۰ھ، جلاء العیون ج ۲ ص ۵۵۳، مطبوعہ کتاب فروشی اسلامیہ
 تہران، ۱۳۹۸ھ)

حضرت امام حسین نے حضرت زینب سے فرمایا: اے میری بہن میری
 جان کے برابر، حلم اور بردباری کو اختیار کریں اور اپنے اوپر شیطان کو قبضہ نہ دیں، اور
 اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر صبر کریں اور فرمایا اگر یہ لوگ مجھ کو آرام سے رہنے دیتے تو میں
 بلاکت کو اختیار نہ کرتا، حضرت زینب نے کہا اس بات سے تو ہمارا دل زیادہ زخمی ہوتا

ہے کہ آپ کے لیے اب کوئی چارہ کال نہیں ہے اور مجبوری کی وجہ سے ناپسندیدہ موت کا شربت پی رہے ہیں، اور ہم کو مخالفین اور منافقین کے درمیان ہے یا رومدگار تنہا مسافرت میں چھوڑ کر جا رہے ہیں، حضرت زینب نے ہاتھ بلند کر کے رخسار نوچنا شروع کیا اور دو پہلے سر سے اُتار دیا، گریبان چاک کیا اور بے ہوش ہو گئیں، امام نے اپنی بہن پر پانی چھڑکا اور ان کو ہوش میں لائے اور جب ہو ہوش میں آ گئیں تو فرمایا: اے بہن خدا سے ڈرو، اور اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر راضی رہو اور یہ جان لو کہ تمام زمین والوں نے ایک دن مرنا ہے اور آسمان والے بھی باقی نہیں رہیں گے، سو اللہ تعالیٰ کے ہر چیز کے فنا ہے وہ سب کو مارے گا اور مارنے کے بعد پھر زندہ کرے گا وہ باقی رہنے میں منفرد ہے میرے بھائی اور مان جو مجھ سے بہتر تھے وہ شہید ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ جو تمام مخلوق سے افضل تھے وہ بھی دنیا میں نہ رہے، اور دار البقا کی طرف رحلت فرما گئے اور اپنی بہن کو بہت نصیحتیں کیں اور یہ وصیت کی کہ اے میری معزز بہن میں آپ کو قسم دیتا ہوں کہ جب میں اہل جہنم کی تلوار سے عالم بقا میں رحلت کر جاؤں تو گریبان چاک نہ کرنا، چہرے پر خراشیں نہ ڈالنا اور واویلا نہ کرنا۔

نیز ماباقر مجلسی لکھتے ہیں:

از حضرت صادق منقولست کہ چون صبح آن روز می شوم طالع شد آن امام مظلوم با اصحاب خود نل صبح او اکرو بعد از نل روز بچان لب اصحاب سعادت ماب خود گردانید و فرمود کہ گواہی

مسی دہم کہ امر و نہی شاہد خواہید شد بغیر از علی بن الحسین
پس از خدا بترسید و صبر کنید تا سعادت فائز گردید و از مشقت
و مذلت دنیاوی فائز رہایی یابید۔ (ملا باقر مجلسی متوفی ۱۱۰۷ھ، جلاء العیون
ج ۲ ص ۵۵۲، مطبوع کتاب فروشی اسلامیہ تہران، ۱۳۹۸ھ)

حضرت امام جعفر صادق سے منقول ہے جب اس منحوس دن کی صبح طلوع
ہوئی تو امام مظلوم نے اپنے اصحاب کو صبح کی نماز پڑھانی اور نماز کے بعد اپنے
اصحاب کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: آج علی بن الحسین کے سوا تم تمام شہید ہو جاؤ گے،
پس خدا سے ڈرنا اور صبر کرنا تا کہ سعادت پر فائز ہو اور دنیا کی مشقت اور مذلت سے
رہائی پاؤ۔

ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں:

پس شکیمانہ دختر آن حضرت مقتدے از سر کشید و گفت
اے پدر بنر گوار تن بہ سرگ داوہ و مارا بہ کہ میگنداری آن امام مظلوم
گریہ مت و فرمود اے نور دیدہ من ہر کہ یآوری نہ دل دیشین مرگ
راہر خود قرار میدہم ای دختر یار بہ کہس خدا است و رحمت
خدا در دنیا و عقبہ ہی از شاہد ان خواہد شد صبر کنید ہر قضا ہائے خدا
شکیہ ہائی و زید کہ ہرودی دنیا فانی منقضی میگردد و و نعیم ابدی
آخر سر ت زوال نہ دارد۔ (ملا باقر مجلسی متوفی ۱۱۰۷ھ، جلاء العیون ج ۲ ص ۵۷۵،
مطبوع کتاب فروشی اسلامیہ تہران، ۱۳۹۸ھ)

پھر آپ کی صاحبزادی حضرت سیکز نے دوپٹہ سر سے اتارا اور کہا اے بابا جان! آپ مرنے کے لیے جا رہے ہیں مجھ کو کس پر چھوڑ کر جا رہے ہیں، امام مظلوم روئے اور فرمایا! اے نور چشم جس کا مددگار نہیں ہوتا وہ بالیقین اپنے لیے موت سمجھ لیتا ہے، اے بیٹی ہر شخص کا خدا مددگار ہوتا ہے، دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رحمت تم سے جدا نہیں ہوگی، اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر راضی رہنا، اور صبر کو اختیار کرنا، عنقریب دنیا فانی ختم ہو جائے گی اور آخرت کی ابدی نعمتوں کو زوال نہیں ہوگا۔

اور ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں:

پس دیگر ہمارا اہل بیت رسالت و پردگیان سر لوق
عصمت و طہارت را درواع نمود و ایشان را بصبر و شکیبائی امر
فرمودہ و بعدہ مشروبات غیر متناہی لہی تسکین داد و فرمود کہ
چار رہا بر سر گیرید و آمادہ لشکر مصیبت بلا گردید و بدانید کہ
حق تعالیٰ حافظ و حامی شاست و تشارا از شر اعدا نجات مید
ہد و عاقبت شہداران بخیر میگردانند و دشمنان شارا بانواع بلا ہا
مبتلا می سازد و شدار بعوض این بلا ہا در دنیا و عقبی بانواع نعمت ہا و
کرم متہامی نواز و زینہ دار کہ دست از شکیبائی بر مدارید و کلام
زاخوشی بر زبان میدرید کہ موجب نقص ثواب شاگردو (ملا باقر
مجلسی متوفی ۱۱۱۰ھ، جلاء العیون ج ۲ ص ۵۷۶، مطبوعہ کتاب فروش اسلامیہ

تہران، ۱۳۹۸ھ)

پھر دوسری بار اہل بیت رسالت اور خاندان اہل طہارت کو آپ نے الوداع کہا اور ان کو صبر اور ضبط کا حکم فرمایا اور اللہ تعالیٰ کے غیر متناہی اجر و ثواب کے ساتھ تسلی دی اور فرمایا کہ اپنے سر پر چادر رکھو، اور رنج و مصیبت کے لشکر کے لیے تیار ہو جاؤ، اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ تمہارا حامی اور حافظ ہے وہ تم کو دشمنوں کے شر سے نجات دے گا اور تمہاری آخرت اچھی کرے گا اور تمہارے دشمنوں کو مختلف بلاؤں میں مبتلا کرے گا، اور تم کو دنیا کی ان مصیبتوں اور بلاؤں کے عوض آخرت میں عزت اور اجر سے نوازے گا، خبردار صبر کا دامن نہ چھوڑنا اور بے صبری کا کلام زبان پر نہ لانا اس سے تمہارے اجر و ثواب میں کمی ہوگی!

صبر و ضبط کے متعلق امام حسین علیہ السلام کی یہ آخری نصیحت تھی جو ماتم کی حرمت کے لیے نص قطعی ہے، اس کے بعد آپ دشمنوں کے ہاتھوں شہید ہو گئے رضی اللہ عنہ وارضاه۔

نوحہ کے جواز پر علماء شیعہ کے دلائل کو جوابات: علماء شیعہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے حضرت حمزہ پر نوحہ کیا گیا اور آپ نے اس سے منع نہیں فرمایا۔

امام محمد بن سعد لکھتے ہیں:

وربكت الانصار على قتلى هم فسمع ذلك رسول الله ﷺ فقال
 لمكن حمزة لا يروا كفى له فجعاء نساء الانصار الى باب رسول الله
 ﷺ فبكى على حمزة فبدا لهم رسول الله ﷺ وامرهم بالانصراف،
 فهن الى اليوم اذا مات الميت من الانصار بدأ النساء فبكى على حمزة ثم

مسکن علی مہینہ۔ (امام محمد بن سعد متوفی ۲۴۰ھ، الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۴۴،
مطبوعہ دار صادر بیروت، ۱۳۸۸ھ)

انصار کی خواتین اپنے مقتولوں (شہداء احد) پر رو رہی تھیں رسول اللہ ﷺ
نے سنا تو فرمایا لیکن حمزہ پر رونے والیاں نہیں ہیں، پھر انصار کی خواتین رسول اللہ
ﷺ کے دروازہ پر آئیں، اور حضرت حمزہ پر رونے لگیں، رسول اللہ ﷺ نے ان
کے لیے دعا کی اور فرمایا واپس جائیں، سو آج تک ان کا یہ معمول ہے کہ جب انصار
میں سے کوئی شخص مرتا ہے تو ان کی خواتین پہلے حمزہ پر روتی ہیں، پھر اپنی میت پر روتی
ہیں۔

اس روایت کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱)۔ امام محمد بن سعد نے اس روایت کو بلا سند ذکر کیا ہے اور جو روایت بلا سند مذکور
ہو وہ حجت نہیں ہے۔

(۲)۔ اس روایت میں صرف رونے کا ذکر ہے، اور یہ مروجہ ماتم کو مستلزم نہیں ہے
مروجہ ماتم میں بلند آواز سے گریہ کرنا، سینہ پیننا، بال بکھیرنا اور گریبان چاک کرنا
شامل ہیں، ان چیزوں کا اس روایت میں ذکر نہیں ہے۔

(۳)۔ یہ ابتدائی واقعہ ہے جب نوہ کرنے سے منع نہیں کیا گیا تھا جیسا کہ ہم
عنقریب بیان کریں گے۔

امام طبری لکھتے ہیں:

عن اشباح من بنی سلمة (الی قوله) و عمر رسول اللہ ﷺ بدار

من دود الانصار من بنی عبد الاشهل و بنی ظفر فسمع البكاء و البرائح
 علی قنابلهم فاعرفت عینا رسول الله ﷺ فبکی ثم قال لکن حمزة لا
 یراکی لہ فاعلمما رجع سعد بن معاذ و اسید بن حضیر الی دار بنی عبد
 الاشهل امرا نساء هم ان یتحر من ثم یدھبن فیسکبن علی عم رسول الله
 ﷺ (امام ابو نعیم محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ، تاریخ الامم الملوک ج ۲ ص ۲۱۰،
 مطبوعہ موسستہ العلمی مطبوعات بیروت)

بنو سلمہ کے بعض بوڑھوں سے روایت ہے کہ انصار کے گھروں میں سے بنو
 عبد الاشهل اور بنو ظفر کے گھر کے پاس سے رسول اللہ ﷺ گذرے، آپ نے ان
 کے مقتولوں پر رونے اور نوحہ کرنے کی آوازیں سُنیں، رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں
 سے آنسو جاری ہو گئے، آپ نے رو کر فرمایا لیکن حمزہ پر رونے والیاں نہیں ہیں،
 جب حضرت سعد بن معاذ اور اسید بن حضیر، بنی عبد الاشهل کے گھر لوٹے تو انھوں
 نے عورتوں کو حکم دیا کہ وہ تیار ہو کر جائیں اور رسول اللہ ﷺ کے عم مکرم پر روئیں۔

اس روایت کے بھی حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱)۔ یہ واقعہ بنو سلمہ کے بعض بوڑھوں سے مروی ہے، جن کا نام نہیں بیان کیا گیا،
 سو یہ مجہول روایت ہے اور مجہول روایات حجت نہیں ہوتی۔

(۲)۔ اس مجہول روایت میں بھی صرف رونے کا ذکر ہے، اس میں سینہ زنی، بال
 بکھیرنے اور گریبان چاک کرنے کا ذکر نہیں ہے، لہذا یہ مجہول کی روایت بھی مروجہ
 ماتم کو مستلزم نہیں ہے۔

(۳)۔ یہ ابتدائی واقعہ ہے اس وقت نوحہ کرنے سے منع نہیں کیا گیا تھا، اس کے بعد منع کروایا گیا۔

اس بات پر دلیل کہ یہ ابتدائی واقعہ ہے یہ حدیث ہے:
امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

عن ابن عمر ان رسول الله ﷺ من نساء عبد الاشهل يمكن
همل كما هن يوم احد فقال رسول الله ﷺ لكن حمرة لا يواكهن له فجاء
نساء الانصار يمكن حمرة فاستيقظ رسول الله ﷺ فقال وبعهن
ما اتقبلن بعد من ووهن فاستقبلن ولا يمكن علي هالك بعد البرم۔ (امام محمد
بن یزید ابن ماجہ متوفی ۳۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۱۱۵، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت
کتب کراچی)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بنو
عبد الاشهل کی خواتین کے پاس سے گزرے جو جنگ احد کے شہداء پر رورہی تھیں،
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لیکن حمزہ پر رونے والیاں نہیں ہیں، پھر انصار کی خواتین
آئیں اور حضرت حمزہ پر رونے لگیں، پھر رسول اللہ ﷺ بیدار ہوئے آپ نے فرمایا
ان پر افسوس ہے یہ ابھی تک واپس نہیں گئیں، ان سے کہو کہ واپس چلی جائیں اور آج
کے بعد کسی مرنے والے پر گریہ نہ کریں۔ (آواز سے نہ روئیں)

اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔ (امام احمد بن حنبل متوفی

۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۲ ص ۹۲، ۸۲، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ)

امام حاکم نیشاپوری نے بھی اس حدیث کو روایت کیا اور لکھا ہے کہ یہ حدیث امام بخاری اور امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔ (امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ، مسترک ج ۱ ص ۳۸۱، مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع مکہ مکرمہ)

علامہ بدر الدین عینی حنفی اس بحث میں لکھتے ہیں:

امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ بعض صورتوں میں نوحہ کرنا حرام نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت جابر کی پھوپھی کو نوحہ کرنے سے منع نہیں فرمایا، اس سے معلوم ہوا کہ نوحہ کرنا اس وقت حرام ہے جب رخساروں پر طمانچے مارے جائیں اور گریبان چاک کیا جائے لیکن یہ قول مردود ہے کیونکہ اس واقعہ کے بعد نبی ﷺ نے نوحہ کرنے سے منع فرمادیا کیونکہ یہ اُحد کا واقعہ ہے، آپ نے اُحد میں فرمایا تھا کہ حمزہ کے لیے رونے والیاں نہیں ہیں لیکن پھر آپ نے اس سے منع فرمایا اور اس پر وعید بیان کی، امام ابن ماجہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ عبد الاشہل کی عورتوں کے پاس سے گزرے جو جنگ اُحد کے شہداء پر رو رہی تھیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لیکن حمزہ کے لیے رونے والیاں نہیں ہیں، پھر انصار کی عورتیں حضرت حمزہ پر روئیں، رسول اللہ ﷺ بیدار ہوئے اور فرمایا: ان پر افسوس ہے یہ ابھی گئی نہیں، ان سے کہو جائیں اور آئندہ کے مرنے والے پر نہ روئیں۔ (علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۸ ص ۸۲، مطبوعہ ادارة الطباعة المنيرة مصر، ۱۳۲۸ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔ (علامہ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۳ ص ۱۶۱، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۱۰ھ)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ نبی ﷺ کا یہ ارشاد ”لیکن حمزہ کے لیے رونے والیاں نہیں ہیں“ اس سے حضرت حمزہ کی مصیبت پر افسوس کرنا مقصود ہے کہ وہ ایسی مسافرت اور غربت کی حالت میں شہید ہوئے کہ ان پر کوئی رونے والا بھی نہیں تھا، انصار جو رسول اللہ ﷺ کی رضا جوئی اور خوشنودی حاصل کرنے میں سہقت کرتے تھے، انھوں نے اس سے یہ سمجھا کہ آپ کا مقصود یہ ہے کہ حضرت حمزہ پر خواتین گریہ کریں اور نبی ﷺ نے جب ان کی اطاعت اور رضا جوئی کو دیکھ لیا تو آپ نے اس سے منع کر دیا تا کہ اس گریہ سے نوحہ (ماتم) کا راستہ نہ نکل آئے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس وقت نوحہ کرنا مباح تھا اس واقعہ کے بعد آپ نے نوحہ کرنے کو منسوخ کر دیا۔ (شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، مدارج النبوة ج ۲ ص ۱۳۳-۱۳۲، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

چہرہ پہنے کے جواز پر علماء شیعہ کا قرآن مجید سے استدلال اور اس کا جواب !!:

قرآن مجید میں ہے:

وَبَشِّرِهُ بِمَا لَمْ يَدْعُ إِلَىٰ هَٰذَا ۚ فَاقْبَلْ لَهُ ۖ إِنَّهُ كَفُورٌ وَكَارِهُنَّ

وَقَالَتِ الْعَجُوزُ عُقَيْمٌ ۚ (ذاریات: ۲۸-۲۹)

فرشتوں نے ابراہیم کو ایک ذی علم بیٹے (اسحاق) کی ولادت کی بشارت دی، تو ان کی بیوی فریاد کرتی ہوئی آئیں پھر (تعجب سے) اپنے منہ پر ہاتھ مارا اور کہا بوڑھی باجھ (کے لڑکا ہوگا؟)

نیز قرآن مجید میں ہے:

وَالْمَرْأَةُ قَائِمَةٌ فَضَحِكَتْ إِذْ نَبَّأَتْهَا بِأَسْحَقَ وَمِنْ رِوَاةِ اسْحَقَ يَعْقُوبُ - قَالَتْ يَوِیْلَتِي ۖ أَلِدُوا لِي ذَكَوًا وَعَلَى شَيْخَا ۖ إِنَّ هَذَا لَشَيْءٌ عَجِيبٌ - قَالُوا اتَّعَجِبِينَ مِنَ امْرِئِ اللَّهِ رَحِمَتِ اللَّهُ وَبَرَكَاتُهُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ ۖ إِنَّهُ حَمِيدٌ مَجِيدٌ - (سورہ: ۱۱-۱۳)

اور ابراہیم کی بیوی (سارہ) کھڑی تھیں وہ ہنس پڑیں تو ہم نے ان کو اسحاق کی خوش خبری سنائی اور اسحاق کے بعد یعقوب کی، سارہ نے کہا اے افسوس! کیا میں بچہ جنوں کی حالانکہ میں بوڑھی ہوں اور یہ میرے شوہر (بھی) بوڑھے ہیں، بے شک یہ عجیب بات ہے، فرشتوں نے کہا کیا تم اللہ کے حکم پر تعجب کرتی ہو؟ اے ابراہیم کے گھر والو! تم پر اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہیں۔ بے شک وہی ہے تعریف کیا ہوا، بندگی والا۔

علماء شیعہ کہتے ہیں کہ سورہ ذاریات کی آیت میں حضرت سارہ کے منہ پیٹنے کا بیان ہے اور سورہ ہود کی آیت میں یاسر و یسریٰ اے افسوس کہنے کا ذکر ہے اس سے معلوم ہوا کہ ہائے افسوس کہہ کر منہ پیٹنا جائز ہے۔

اس دلیل کا جواب یہ ہے کہ یہ آیتیں مروجہ ماتم کی اصل نہیں ہیں، کیونکہ

ماتم غم، افسوس اور کسی مصیبت پر کیا جاتا ہے، اور یہ افسوس کا موقع نہیں خوشی کا موقع تھا کیونکہ فرشتوں نے حضرت سارہ کو ذی علم بیٹے کی ولادت کی بشارت دی تھی، یہی وجہ ہے کہ حضرت سارہ اس وقت بنس رہی تھیں، باقی ان کا چہرہ پر ہاتھ مارنا حیا کی وجہ سے چہرہ چھپانے کے لیے تھا کیونکہ جس عورت کے ہاں پہلی بار ولادت ہوتی ہو اس کے سامنے ولادت کا تذکرہ چھڑ جائے تو اس کو حیا آتی ہے، یا انھوں نے تعجب کی بناء پر ماتھے پر ہاتھ مارا اور ان کا یہاں ویسلی کہنا بھی مصیبت پر ہائے کہنا نہیں تھا، بلکہ انھوں نے اظہار تعجب کے لیے یہ کلمہ کہا۔

شیخ تمیمی لکھتے ہیں:

(فصیحت و جہہا) ای غطفہ بما بشرھا جبرائیل۔ (شیخ ابوالحسن علی بن ابراہیم تمیمی متوفی ۳۰۷ھ، تفسیر قم ج ۲ ص ۳۳۰، مطبوعہ مؤسسۃ دار الکتابۃ والنشر قم ایران، ۱۴۰۴ھ)

حضرت سارہ کے چہرے پر ہاتھ مارنے کا مطلب یہ ہے کہ انھوں نے (حیا سے) ہاتھوں سے چہرہ کو چھپا لیا۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

شیخ ابو جعفر طوسی لکھتے ہیں:

فصیحت و جہہ تعجباً۔ (شیخ ابو جعفر بن محمد حسن طوسی متوفی ۴۶۰ھ، تفسیر قبیان ج ۹ ص ۳۸۸، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت سارہ نے تعجب سے اپنے چہرہ پر ہاتھ مارا۔

شیخ طوسی لکھتے ہیں:

جمعت احبابها فضربت جميعها تعجبا عن المقاتل والكلبي - (

شیخ ابوعلی فضل بن حسن طبرسی متوفی ۵۲۸ھ، تفسیر مجمع البیان ج ۹ ص ۲۳۸، مطبوعہ

انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۴۱۱ھ)

مفتاح اللہ کا ثانی لکھتے ہیں:

مقاتل و کلبی گفتہ اند کہ انگشتہا را جمع کرد و برہر دو

جبین خود زد و این عادت زناں است در وقتیکہ تعجب کنند و گیرند۔

کہ در این حال کہ این مسئلہ شنید، حبص در خود یافت و بجهت

حیاء طہانچہ بر روی خود زد۔ (شیخ مفتاح اللہ کا ثانی متوفی ۷۷۷ھ، مفتاح

الصداقین ج ۹ ص ۴۳، مطبوعہ خیابان ناصر خسرو ایران)

مقاتل اور کلبی نے کہا ہے کہ حضرت سارہ نے اپنی انگلیوں کو جمع کیا اور ان

کو اپنی پیشانی پر مارا، اور یہ عورتوں کی عادت ہے کہ وہ تعجب کے وقت ایسا کرتی ہیں

اور یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت سارہ نے جس وقت یہ خوش خبری سنی ان کا حیض جاری

ہو گیا اور انھوں نے شرم کی وجہ سے اپنے منہ پر ٹھانچہ مارا۔

خلاصہ یہ ہے کہ شیعہ علماء کی تفسیر کے مطابق حضرت سارہ نے ولادت کی

بشارت سن کر حیاء سے اپنا چہرہ ہاتھوں سے چھپا لیا یا عورتوں کی عادت کے مطابق

تعجب سے اپنے چہرے ہاتھ مارا یا اس وقت ان کا حیض جاری ہو گیا تھا تو شرم کی وجہ

سے انھوں نے اپنے چہرے پر ہاتھ مارا، بہر حال کسی صورت بھی حضرت سارہ کا

اپنے چہرے پر ہاتھ مارنا کسی مصیبت پر غم اور افسوس کے اظہار کے لیے نہیں تھا حتیٰ

کہ ان کا یہ فعل مروجہ ماتم کی اصل بن سکے۔ ماتم موت کی خبر سن کر کیا جاتا ہے بچہ کی ولادت کی خبر سن کر ماتم نہیں کیا جاتا۔!

زانو پیٹنے کے جواز پر علماء شیعہ کا صحیح بخاری سے استدلال اور اس کا جواب: امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن علي بن ابي طالب رضي الله عنه ان رسول الله ﷺ طرقة و
فاطمه بنت النبي ﷺ ليلته فقال لا تصلين ان فقلت يا رسول الله انفسا
بسد الله فاذ اشاء ان يبعثنا بعثنا فانصرف حين قلت ذلك ولم يرجع الي
شيئا ثم سمعته وهو عائد يصوب فحمله وهو يقول و كان الانسان اكثر
شئ حسداً - (امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۵۲،
مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی کو اور نبی ﷺ کی صاحبزادی کو جگایا اور فرمایا کیا تم دونوں نماز نہیں پڑھتے، میں نے کہا یا رسول اللہ! ہماری روحمیں اللہ کے ہاتھ میں ہیں وہ جب ہم کو اٹھانا چاہتا ہے ہم اٹھ جاتے ہیں، سو جب میں نے یہ کہا تو آپ واپس چلے گئے اور مجھے کوئی جواب نہیں دیا، پھر میں نے آپ سے سنا اور آں حالیکہ آپ واپس جا رہے تھے اور اپنے زانو پر ہاتے مار رہے تھے اور فرما رہے تھے انسان ہر چیز سے زیادہ جھگڑا کرنے والا ہے۔

علماء شیعہ کہتے ہیں کہ حضرت علی کے اس جواب سے رسول اللہ ﷺ کو رنج

ہوا اور آپ نے افسوس سے اپنے زانو پر ہاتھ مارا، اس سے زانو پٹینا اور مصیبت کے وقت ماتم کرنا ثابت ہوا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ مصیبت اور موت کے وقت قرآن مجید، نہج البلاغہ، احادیث اہل سنت اور احادیث اہل شیعہ میں صبر کرنے کا حکم دیا ہے اور صرف انا للہ وانا الیہ راجعون کہنے کی اجازت دی ہے اور بے صبری کا اظہار کرنے اور زانو پیٹنے یا سینہ زنی کرنے یا منہ پر طمانچے مارنے کو حرام کر دیا ہے، اس حدیث میں موت یا مصیبت کے وقت آپ نے زانو پر ہاتھ نہیں مارا بلکہ حضرت علی کے اس برکتہ جواب پر تعجب سے زانو پر ہاتھ مارا یا اس جواب کو ناپسند کرتے ہوئے افسوس سے زانو پر ہاتھ مارا، یہ کوئی موت یا مصیبت کا وقت نہیں تھا حتیٰ کہ زانو پر ہاتھ مارنا بے صبری کا اظہار قرار دیا جائے اور اس کو مروجہ ماتم کی اصل قرار دیا جائے اور جب کہ نہج البلاغہ میں حضرت علی کا یہ ارشاد صراحتہ موجود ہے:

وَصَبْرٌ بِمَنْعَةِ عَلِيٍّ فَجَلَلَهُ عِنْدَ مَصِيبَةٍ حَيْطُ عَمَلِهِ۔ (نہج البلاغہ)

(مع فارسی ترجمہ) ۲۳۹ھ، مطبوعہ انتشارات زرین ایران)

جس شخص نے مصیبت کے وقت اپنے زانو پر ہاتھ مارا تو اس کا عمل ضائع کر دیا جائے گا۔

تو پھر صحیح بخاری کی اس حدیث سے ماتم کا جواز کیونکر کشید کیا جائے گا جس میں مصیبت کے وقت زانو پر ہاتھ مارنے کا ذکر نہیں ہے اور اگر بالفرض اس حدیث میں موت یا مصیبت کے وقت زانو پیٹنے کا اور بے صبری کے اظہار کا ذکر ہوتا تو ہم

قرآن مجید کی ان بہ کثرت آیات اور دیگر احادیث صحیحہ وافرہ کے مقابلہ میں اس حدیث کو ترک کر دیتے جن میں صبر کرنے کو فرض اور بے صبری کے اظہار کو حرام قرار دیا ہے، جب کہ شیعہ حضرات کے نزدیک، نہج البلاغہ، صحیح بخاری سے زیادہ معتبر ہے تو وہ نہج البلاغہ پر عمل کریں اور صحیح بخاری سے تعرض نہ کریں۔

سینہ پیٹنے کے جواز پر علماء شیعہ کا مؤطا امام ماک سے استدلال اور اس کا جواب:
امام ماک روایت کرتے ہیں:

عن عطاء بن عبد اللہ الحر اسانی عن سعید بن المسیب انه قال
جاء اعرابی الی رسول اللہ ﷺ یضرب حجره و ینسف شعره و یقول هلاک
الا بعد فقال له رسول اللہ ﷺ وما ذلک قال اصبت اهلای انا صائم فی
رمضان فقال له رسول اللہ ﷺ هل تستطيع ان تعتق رقبتہ قال لا قال
فهل يستطيع ان یتہدی بدنتہ قال لا قال فاجلس فاتی رسول اللہ ﷺ
بعرف من تمر فقال جلد لہنا فنصدق بہ فقل ما احلنا اخرج عنی ما رسول
اللعہ فقال کل وحمیم بر ما مکان ما اصبت۔ (امام ماک بن انس انجی متوفی
۷۹ھ، مؤطا امام ماک ص ۲۳۸، مطبوعہ مجتہائی پاکستان، لاہور)

سعید بن مسیب (تابعی) بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آں حالیکہ وہ اپنے سینہ پر تھپڑ مار رہا تھا اور اپنے بال نوچ رہا تھا اور یہ کہہ رہا تھا کہ وہ ہلاک ہو گیا، رسول اللہ ﷺ نے اس سے پوچھا: کیا ہوا؟ اس نے کہا میں نے رمضان کا روزہ رکھا ہوا تھا اور میں نے اپنی بیوی سے جماع کر لیا

رسول اللہ ﷺ نے اس سے پوچھا کیا تم ایک غلام آزاد کر سکتے ہو؟ اس نے کہا نہیں، آپ نے پوچھا کیا تم ایک اونٹ صدقہ کر سکتے ہو؟ اس نے کہا نہیں، آپ نے فرمایا پھر بیٹھو، اسی اثناء میں رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک کھجوروں کا ٹوکرا آیا، آپ نے فرمایا لو اس کو صدقہ کر دو، اس نے کہا یا رسول اللہ! مجھ سے زیادہ تو کوئی ضرورت مند نہیں ہے، آپ نے فرمایا ان کو کھا لو، اور تم نے جو روزہ توڑا اس کے بدلہ میں ایک روزہ رکھ لینا۔

اس حدیث میں اس اعرابی کے بال نوچنے اور سینہ زنی کرنے کا ذکر ہے اور یہی ماتم ہے۔

اس استدلال کو حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱)۔ ماتم کے حرام ہونے پر قرآن مجید کی آیت "اصبروا" صبر کرو سے استدلال کیا گیا ہے اور ماتم کرنا صبر کی ضد ہے اور کسی شی کا امر کرنا اس کی ضد کی حرمت کو مستلزم ہوتا ہے، لہذا از روئے قرآن ماتم حرام ہوا اور موطا امام مالک کی یہ مرسل روایت قرآن مجید سے متصادم ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔

(۲)۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم اور دیگر کتب صحاح میں بھی یہ واقعہ سند صحیح سے مذکور ہے لیکن ان میں اس اعرابی کے بال نوچنے اور سینہ پر تھپڑ مارنے کا ذکر نہیں ہے، اور امام مالک نے اس اضافہ کا سند منقطع سے ذکر کیا ہے، کیونکہ اس حدیث کو بیان کرنے والے سعید بن مسیب ہیں اور یہ تابعی ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کو نہیں دیکھا اور نہ ہی وہ اس واقعہ کے وقت موجود تھے، لہذا احادیث صحیحہ کے مقابلہ میں یہ منقطع

روایت غیر معتبر ہے۔

(۳)۔ احادیث صحیحہ میں بال نوچنے اور تھپڑ مارنے سے منع کیا ہے، اور اس منقطع روایت سے اس کی اباحت معلوم ہوتی ہے اور جب تحریم اور اباحت میں تعارض ہو تو تحریم کو اباحت پر ترجیح دی جاتی ہے۔

(۴)۔ اس منقطع روایت سے تو یہ ثابت ہوا کہ جس نے زیادتی کی اور ظلم کی اس نے بعد میں پچھتاوے اور افسوس سے سینہ زنی کی اور بال نوچے اگر یہی روایت مروجہ ماتم کی اصل ہو تو لازم آئے گا کہ کربلا میں امام حسین اور ان کے رفقاء کو ظلماً شہید کرنے والے یہی شیعان علی تھے اور بعد میں افسوس اور پچھتاوے سے نسل بعد نسل اپنے بال نوچتے ہیں اور سینہ زنی کرتے ہیں کہ ہائے ہم نے یہ ظلم کیوں کیا! نیز جلاء العیون میں مثلاً باقر مجلسی نے لکھا ہے کہ جب حضرت ام کلثوم نے تاتلین حسین اہل کوفہ کو ان کے ظلم پر لعنت ملا مت کی تو انھوں نے غم اور افسوس سے واویلا کیا، اپنے منہ پر طمانچے مارے، بالوں پر خاک ڈالی اور زبردست ماتم کیا (جلاء العیون ج ۲ ص ۵۹۶-۵۹۵ طبع تہران) سو یہ ماتم کرنے والے انھی کی نسل ہیں۔

زانو، رخسار اور سینہ پٹنے اور بالوں میں خاک ڈالنے کے جواز پر علماء شیعہ کا کتب

سیرت اور تاریخ سے

استدلال اور اس کا جواب

مثلاً معین کا شفی لکھتے ہیں:

در روایتی آنست کہ طلاقش داد و چون امیر المومنین عمر رضی

اللہ عنہ ابن معنی معلوم کرد خاک بر سر ریخت و فغان بر آورد
 (المین الحاج محمد فرہی (المعروف بملا مسکین) متوفی ۹۵۲ھ، معارج النبوة رکن ۲
 ص ۹۲، مطبوعہ غشی نو الکشور، لکھنؤ، ۱۲۹۲ھ)

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حفصہ کو طلاق دے
 دی، جب امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ کو یہ بات معلوم ہوئی تو انھوں نے سر پر خاک
 ڈالی اور آہ و فغاں کرنے لگے۔
 شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

و از غم راسب روایت ست کہ در معارج النبوة آورده کہ
 آواز شیطان بر منبری محمد ﷺ ندائی کرد بدینہ رسید در خانہ مالے مدینہ
 یہ منر شنیدند و فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا چوں این آواز شنید
 دست بر سر زنان از خانہ بیرون دوید و میگرفت دست و ہم زنان
 ہاشمیہ مہربانی غالیہ ند۔ (شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، معارج النبوة
 ج ۲ ص ۱۱۸، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ عکبر)

معارج النبوة میں ایک انتہائی عجیب روایت ذکر کی گئی ہے کہ شیطان نے
 سیدنا محمد ﷺ کے قتل ہونے کی ندا کی، یہ آواز مدینہ اور مدینہ کے گھروں تک پہنچی
 ، حضرت فاطمہ زہرا نے جب یہ آواز سنی تو سر چٹختی ہوئی باہر آئیں، آپ رورہی تھیں
 اور ہاشمی خواتین بھی رورہی تھیں۔

یہ غیر مستند روایت ہے، اس کی سند مذکور نہیں ہے، شیخ دہلوی نے اس کو

معارض اللہوت سے نقل کیا ہے اور اس میں رطب و یابس موجود ہے، یہ حوالہ ہم پر جھٹ نہیں ہے۔

امام محمد بن جریر طبری لکھتے ہیں:

عن عبادة بن الزبير قال سمعت عائشة تقول مات رسول الله ﷺ بين سحري و سحري وفي ذوري و لم اظلم فيه احدا فمن سفيهي و حداثته سني ان رسول الله قبض وهو في سحري ثم وضعت راسه على وسادة و قسمت القدم مع النساء و اضرب وجهي۔ (امام محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ، تاریخ الامم والملوک ج ۲ ص ۴۴۱، مطبوعہ مؤسسۃ العلمی للمطبوعات بیروت)

عباد بن زبیر بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ سے سنا کہ رسول اللہ ﷺ میرے سینہ سے ٹیک لگائے ہوئے میرے حضور میں فوت ہوئے اور میں نے اس میں کسی پر ظلم نہیں کیا تھا اس وقت میری نادانی اور کم عمری کی بات یہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ میری گود میں فوت ہوئے، میں نے آپ کا سر تکیہ پر رکھا اور عورتوں کے ساتھ ماتم کرنے لگی اور اپنے منہ پر طمانچے مارتی تھی۔

علامہ ابن اثیر جزری لکھتے ہیں:

و اقامت عائشہ علیہ الروح فنہا عن المکاء عمر فانہ ان یتھمن فقال لہشام بن الزلیمہ ادخل فاحرج الی ائنتہ ابی فحافنہ تحت ابی بکر فقلت عائشہ لہشام حین سمعت ذلک من عمر انی اخرج علیک

یہی فقال عمر له شام ادخل فقد اذنت لك فدخل هشام فاعرج اليه ام
فروة بنت ابي قحافة فعلاها بالبرقة ضربات فتفرق الروح حين سمعت
ذلك - (علامہ ابوالحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر متوفی ۶۳۰ھ
الکامل فی التاريخ ج ۲ ص ۲۸۸، مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت، ۱۴۰۰ھ)

حضرت ابو بکر کے انتقال پر حضرت عائشہ نے نوحہ کرنے والیوں سے نوحہ
کرایا، حضرت عمر نے ان کو روکنے سے منع وہ نہیں رکھیں، حضرت عمر نے ہشام سے
کہا جاؤ حضرت ابو بکر کی بہن کو میرے پاس لاؤ، جب حضرت عائشہ نے سنا تو فرمایا
میں ہشام کو اپنے گھر آنے کی اجازت نہیں دیتی، حضرت عمر نے ہشام سے کہا جاؤ
میں تم کو اجازت دیتا ہوں ہشام گئے اور حضرت ابو بکر کی بہن ام فروہ کو بلا لائے،
حضرت عمر نے ان کو کئی درے لگائے، جب نوحہ کرنے والیوں نے یہ سنا تو وہ بھاگ
گئیں۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

واما بقیۃ اہلہ ونسائہ فان عمر بن سعد وکل یوم من یوم یمم
وبکمالہم ثم ارکبہم علی الرواحل فی الہرادیج، فلما مروا بمکان
المعمر کنہ وراہا المحسین واصحابہ مطر وحين هنا لك بكنه النساء و
حين ونديت زيلب احاها الحسين واهلها فقالت وهي تبكي:

يا محمدنا يا محمدنا حبلى عليك الله وملك السماء هذا

حسين بالمعراء مرمل بالدماء مقطوع الاعضاء يا محمدنا وبناتك سبابا

وخریبتك مقتلتك، تسفني عليها الصبا قال فاركت والله كل عدو و صديق

قال قرة بن قيس لما عرفت العسيرة بالقنابي صحن ولطمين

حدودهن۔ (حافظ عماد الدین ابن کثیر متوفی ۷۴۷ھ، الہدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۹۳

، مطبوعہ مکتبۃ المعارف بیروت، الطبعة الثانیہ ۱۳۹۲ھ)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قافلہ میں سے باقی ماندہ لوگ اور خواتین کو

عمر بن سعد نے محافظوں کے ساتھ روانہ کیا اور ان کو انہیوں پر کجاووں میں سوار کرایا۔

جب یہ لوگ جنگ کی جگہ سے گزرے اور حضرت حسین اور ان کے اصحاب کی

لاشوں کو وہاں پڑا ہوا دیکھا تو عورتیں رونے اور چلانا لگیں، حضرت حسین کی بہن

زینب نے اپنے بھائی اور اپنے اہل پر گریہ کیا اور کہا:

اے محمد! اے محمد! اللہ اور آسمان کے فرشتے آپ پر صلوٰۃ پڑھیں، یہ حسین

میدان میں پڑا ہے، خون میں لتھڑا ہوا ہے، اس کے اعضاء پارہ پارہ ہیں، اے محمد!

آپ کی بیٹیاں قیدی ہیں اور آپ کی اولاد کو قتل کر دیا گیا ہے، ان پر ہوا چل رہی ہے،

زینب کے اس نوحہ نے بہ خدا دوست اور دشمن سب کو زلادیا۔

قرہ بن قیس نے کہا جب عورتیں لاشوں کے پاس سے گزریں تو وہ

چلا نکلیں اور انھوں نے اپنے رخساروں پر طمانچے مارے۔

تاریخ اور سیرت کی کتابوں میں یہ واقعات بلا سند مذکور ہیں اور بعض کی

اسناد درج ہیں لیکن وہ غایت درجہ کی ضعیف ہیں، اور بعض اسناد میں شیعہ راوی ہیں،

مثلاً البدایہ والنہایہ میں حافظ ابن کثیر نے کربلا کے واقعات ابو مخنف سے روایت کیے ہیں اور وہ پاک شیعہ تھا۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

و اکثرہ من روایت ابی مخنف لوط بن یحییٰ وقد کان شیعا
وہو ضعیف الحدیث عند النعمان۔ (حافظ عماد الدین ابن کثیر متوفی ۷۴۶ھ،
البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۰۲، مطبوعہ مکتبۃ المعارف بیروت، الطبعة الثانیہ، ۱۳۹۴ھ)
اور جب قرآن مجید کی بہ کثرت آیات، اہل سنت اور اہل تشیع کی بہ کثرت
احادیث، حضرت علی اور حضرت حسین کے متعدد ارشادات سے بلا استثناء مصیبت پر
صبر کرنا لازم اور ماتم کرنا حرام کر دیا گیا ہے تو ان نصوص قطعیہ کے مقابلہ میں یہ بے
سند تاریخی واقعات قطعاً باطل اور مردود ہیں، احکام کی حلت اور حرمت کتاب و سنت
سے مستفاد ہوتی ہے تاریخی واقعات سے نہیں ہوتی۔

ماتم حسین کے استثناء کا جواب: قرآن مجید، احادیث اہل سنت و اہل تشیع، نہج البلاغہ
اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے صریح ارشادات میں جو صبر کرنے کو لازم اور ماتم
کرنے کو حرام کیا گیا ہے اس کے جواب میں شیعہ علماء یہ کہتے ہیں کہ امام حسین پر ماتم
کرنا اس حرمت اور ممانعت سے مستثنیٰ ہے۔

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال کل الجزع والبكاء مکروہ
سوی الجزع والبكاء علی الحسن۔ (بحار الانوار عن الامامی شیخ مفید)

ابو عبد اللہ علیہ السلام نے فرمایا: ہر بے صبری اور گریہ مکروہ ہے سوائے حسین

پر گریہ اور بے صبری کے۔

یہ قول بالکل اصول کے خلاف اور باطل ہے کیونکہ جس کلام میں کوئی حکم ہو اسی کلام کے استثناء کا اعتبار کیا جاتا ہے، جس کتاب میں کوئی قاعدہ کلیہ بیان کیا جائے اس قاعدہ کا استثناء بھی اسی جگہ بیان کیا جاتا ہے، اگر رونے، پیٹنے، غم منانے اور ماتم کرنے سے امام حسین کا ماتم کرنا مستثنیٰ ہوتا تو اللہ تعالیٰ نے جہاں صبر کا عمومی حکم دیا ہے وہاں امام حسین کا استثناء فرمادینا، یا رسول اللہ ﷺ نے جہاں مصیبت اور میت پر رونے پیٹنے سے منع فرمایا ہے وہاں آپ امام حسین پر رونے پیٹنے کو مستثنیٰ فرما دیتے، جیسے آپ نے جنبی آدمی کو مسجد میں داخل ہونے سے منع فرمایا لیکن حضرت علی کا استثناء فرمادیا یا آپ نے آل محمد کو زکوٰۃ سے مستثنیٰ فرمادیا یا آپ نے ہر شخص کو چار شادیوں کو اجازت دی لیکن حیات فاطمہ میں حضرت علی کو اس حکم سے مستثنیٰ فرمادیا، ہر معاملہ میں دو گواہوں کو لازم قرار دیا لیکن حضرت خزیمہ بن ثابت انصاری کو اس حکم سے مستثنیٰ فرمادیا۔ اگر رونے پیٹنے کی ممانعت سے کوئی فرد مستثنیٰ ہوتا تو خود رسول اللہ ﷺ اس استثناء کو بیان کرتے جس طرح آپ نے دوسرے احکام میں استثناء بیان فرمائے ہیں اور اگر یہ استثناء تھا اور آپ نے نہیں بیان فرمایا تو لازم آئے گا کہ آپ نے شریعت کی مکمل تبلیغ نہیں کی اور العیاذ باللہ آپ کے ادھورے کام کو امام جعفر صادق نے آکر مکمل کیا، اس لیے یہ روایت بالکل جھوٹے اور باطل ہے۔ نیز احکام کی حلت اور حرمت بیان کرنا اور احکام شرعیہ میں کسی کو مستثنیٰ کرنا یہ رسول اللہ ﷺ کا منصب ہے امام جعفر صادق کا کام نہیں ہے۔ اور امام حسین رضی اللہ عنہ پر ماتم کرنا

کیسے جائز یا مستثنیٰ ہوگا جبکہ امام حسین خود فرماتے ہیں:

پس وصیت فرمود اے خواہر گرامی ترا سو گند میدہم
کمر چوں من از تیغ اہل جفا بعالم بقا رحلت نایم گریبان چاک
مکنید و رومخر اشید و واویلاہ مگر یبید۔ (ملا باقر مجلسی متوفی ۱۱۱۰ھ، جلاء العیون
ج ۲ ص ۵۵۳، مطبوعہ کتاب فروشی اسلامیہ تہران، ۱۳۹۸ھ)

پس وصیت فرمائی کہ اے معزز بہن (حضرت زینب) میں تمہیں قسم دیتا
ہوں کہ جب میں اہل جفا کی تلوار سے عالم بقا کو رحلت کر جاؤں تو اپنا گریبان نہ
پھاڑنا، منہ نہ پیٹنا اور واویلا نہ کہنا۔

اگر بالفرض امام جعفر صادق کی یہ روایت صحیح بھی ہوتی تو امام حسین رضی
اللہ عنہ کے مقابلے میں امام جعفر کے قول کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔
ما تم کی ابتداء کرنے والے قاتلین حسین تھے۔ ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں:

ام کہلثوم دختر دیگر حضرت سیدۃ النساء صدا بکر یہ باشند
کو دوازہ ہوج محترم ندا کرد حاضر، نہرا کہ ای اہل کوفہ بد افعال
شہا و ناخوش بار رویہای شاہچہ سبب ہر اورم حسین را خواند
ندیدہ ہاری لونکر دید و اور اہلقتل آوردید و اموال اورا غولت کردید و
پہر دگیان حرم سرای اورا اسیر کردید و ای ہر شاہ و لعنت ہر
رویہای شاہا مگر نسیدانید کہ چکارا کردید و چہ گناہان و لوزار ہر
پشت خود بار کردید و چہ خود نہای محترم ریختید و چہ دختران

مہمتر م مکر م را نالان کر دید و مال چہ جامعیت را بغاوت بر دید؟
 کشتید بہتہ مرین خلق را بعد از حضرت رسالت ﷺ و رحمہ
 دلہای شما کندہ شدہ بود بدستیکہ گروہ دوستان خدا ہمیشہ غالبند و
 اعدوان و یاران شیطان زبان کرانند، پس شعری چند در مرثیہ سید
 شہد آگشت اہل کوفہ خروش و ولولہ و وا حسرتاہ بر آوردند و صدای
 زلزلہ و زاری و گریہ و سوگواری و زوچہ و خردش بشکک سیہ پوش
 رسانیدند و زنان ایشان مویہا بر سر پریشان کردند و خاک
 حسرت بر فرق خود ریختند و روہای خود را خراشیدند و طمانچہ بر
 رخسار خود میزدند و ولولہ و اشہورا میگشتند و حشتی شد کہ دیدہ روزگار
 ہرگز چنان مانتی ندیدہ بود پس حضرت امام زین العابدین علیہ
 السلام اشارہ کرد بسوی مردم کہ ساکت شوید۔ (ملا باقر مجلسی متوفی
 ۱۱۰۰ھ، جلاء العیون ج ۲ ص ۵۹۶-۵۹۵، مطبوعہ کتاب فروشی اسلامیہ تہران،

۱۳۹۸ھ) WWW.NAFSEISLAM.COM

پھر حضرت سیدۃ النساء کی دوسری صاحبزادی حضرت ام کلثوم نے بلند
 آواز سے گریہ کیا اور اونٹ کے پالان سے حاضرین اہل کوفہ کو ندا کی، اور کہا کہ تمہارا
 حال اور مال بُرا ہو، تم نے کس وجہ سے میرے بھائی حسین کو بلایا اور ان کی مدد نہیں کی
 ، ان کو قتل کیا اور ان کا مال لوٹ لیا، اور ان کے پردہ داران اہل خانہ کو قید کیا، تم پر اور
 تمہارے چہروں پر لعنت ہو، تم نہیں جانتے کہ تم نے کیا کام کیا ہے اور کتنے گناہوں کا

بوجھ اپنی پیٹھ پر اٹھایا ہے اور کیسے محترم خونوں کو بہایا ہے اور کتنی محترم صاحبزادیوں کو
 رلایا ہے، اور رسول اللہ ﷺ کے بعد سب سے افضل مخلوق کو قتل کیا ہے، تمہارے
 دلوں سے رحم نکال دیا گیا ہے اور بے شک اللہ کے دوست ہمیشہ غالب رہتے ہیں
 اور شیطان کے مددگار خسارے میں رہتے ہیں پھر سید الشہداء کے متعلق چند اشعار
 مرثیہ پڑھے، پھر اہل کوفہ میں واویلا و احسرتاہ کا شور بلند ہوا اور نالہ و فریاد کا غلغلہ ہوا
 اور انھوں نے اتنا زبردست نوحہ کیا جس کی آواز آسمان تک پہنچتی تھی، ان کی عورتوں
 نے اپنے سروں پر بالوں کو بکھیرا، اپنے سروں پر خاک ڈالی اپنے چہروں پر طمانچے
 مار مار کر رخساروں کو چھیلا وہ واویلا و اشوراہ کہتی تھیں اور اس زور کا ماتم کرتی تھیں کہ
 چشم فلک نے اس سے پہلے اتنا زبردست ماتم نہ دیکھا تھا۔ تب حضرت امام زین
 العابدین نے لوگوں کی طرف اشارہ کیا کہ خاموش ہو جائیں۔

ماتم کے سلسلہ میں میں نے کافی طویل بحث کی ہے، قرآن مجید اور
 احادیث سے ماتم کی حرمت کو بیان کیا ہے، پھر علماء شیعہ کی تفاسیر اور احادیث سے
 ماتم کی حرمت کو بیان کیا ہے، اور حضرت علی اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے
 ارشادات سے ماتم کی حرمت کو واضح کیا ہے۔ نہج البلاغہ اور متاخرین میں سے ملا باقر
 مجلسی کی تصانیف سے ماتم کی حرمت پر دلائل پیش کیے ہیں، پھر علماء شیعہ کے دلائل
 کا رد کیا ہے اور ماتم حسین کے استثناء کا مکمل استیصال کیا ہے، میں نے کتب شیعہ کا
 مطالعہ کر کے ان کے تمام قوی اعتراضات کے مسکت جوابات دیے ہیں۔ اس بحث
 کا اگر انصاف اور خوف خدا سے مطالعہ کیا جائے تو انشاء اللہ ماتم اور عزاداری کرنے

والوں کے تمام شبہات دور ہو جائیں گے اور وہ راست پر آجائیں گے، اللہ تعالیٰ میری اس محنت کو قبول فرمائے اور اس تحریر کو موافقین کے لیے استقامت مخالفین کے لیے رشد و ہدایت اور میرے لیے نجات کا سبب بنادے۔ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین الفضل الانبیاء والمرسلین قائد الغر المحجلین شفیعنا یوم الدین وعلی اصحابہ الکاملین الراشدین وعلی الہ الطیبین الطاہرین وعلی ازواجہ امہات المؤمنین وعلی اولیاء امتہ وعلماء ملتہ من المحدثین والمفسرین والائمۃ المجتہدین والعلماء الراشخین اجمعین

نفس اسلام

WWW.NAFSEISLAM.COM